

بیارکار: حضرت مولانا سید محمد ثانی حسی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ
خواتین کا ترجمان
لاکھنؤ

شمارہ نمبر ۵

جلد نمبر ۲۱

مئی ۲۰۱۷ء

سالانہ زرقعوان

برائے ہندوستان : ۲۰۰ روپے

غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۳۵ امریکی ڈالر

فی شمارہ : ۲۰ روپے

لاکھ نام خریداری : ۸۰۰۰ روپے

نوٹ

علاقہ کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر اور کل صاف پتہ ضرور لکھیں، اگر مدت خریداری کے ختم ہونے کے وقت کی پرچی پڑی جیٹ ہو تو براہ کرم مدت خریداری ختم ہوتے ہی رقم ارسال فرمائیں۔ (نمبر)

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسی

مجلس ادارت

عائشہ حسی

میونہ حسی

محمود حسن حسی

جعفر مسعود حسی

ذرائع رIZWAN MONTHLY لکھنؤ

زرد تعلق اور خط و کتابت کا پتہ

Rizwan (Monthly)

172/54, Mohammad Ali Lane

Gwynne Road Lucknow

Pin:226018- Mobile: 9415911511

ماہنامہ رضوان

۱۷۲/۵۴، محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ

پین کوڈ: ۲۲۶۰۱۸ - موبائل: ۹۴۱۵۹۱۱۵۱۱

ایڈیٹر: محمد حمزہ حسی، پبلشر: محمد حمزہ حسی، مولانا محمد ثانی حسی فاؤنڈیشن کے لیے نظامی آئین پر لیس میں چھپا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

E-Mail : azizpaitepuri@gmail.com

کپیڈنگ: تاشر کپیڈنگ لکھنؤ فون: 9792913331



فہرست مضامین



- ۵ اپنی بہنوں سے ●
- ۶ حدیث کی روشنی میں ائمۃ اللہ تسنیم ●
- ۸ ایک مظلوم کی فریاد انصاف کے ایوان میں! مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ●
- ۱۰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کافروں سے حسن سلوک محترم محمد جاوید اشرف مدنی ●
- ۱۲ تحفہ دعا مولانا محمد شوکت علی ●
- ۱۳ اچھی صحبت کے مبارک اثرات ابو عکاشہ مفتی ثناء اللہ ڈیروی ●
- ۱۸ خطبہ جمعہ مسجد نبویؐ ترجمہ: شفقت الرحمن ●
- ۲۳ شاید کہ اتر جائے ترے دل میں کوئی بات محمد مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی ●
- ۲۶ غنا کاراز - قناعت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر ●
- ۲۸ علماء مصلحین امت اور ان کے فتنے محدث العصر حضرت سید محمد یوسف بنوری .. ●
- ۳۰ حسد ایک ناسور مفتی محمد احمد قاسمی - دیہنگور ●
- ۳۲ ایک نوجوان لڑکی کا خط! پروفیسر محمد عمران ملک ●
- ۳۳ یہ رقت آمیز اجتماعی دعائیں! ریحان احمد یوسفی ●
- ۳۷ سوال و جواب مفتی راشد حسین ندوی ●
- ۳۹ میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟ انٹرویو ارشد علی ارشد، ابو ظہبی ●



اپنی بہنوں سے

محمود حسن حسنی

دین اسلام عقائد، عبادات، معاشرت، معاملات، اخلاق سبھی باتوں میں اپنی مکمل ہدایات و تعلیمات رکھتا ہے، اور کامل مسلمان بننے کے لئے ان سب میں اس کو مسلمان بننا پڑتا ہے، یہاں تک رجحانات، جذبات، احساسات میں بھی وہ آزاد نہیں ہے، قرآنی اور نبوی تعلیمات کا پابند ہے اور اس پر کار بند رہ کر ہی وہ ایک اچھا انسان اور کامل مسلمان بن سکتا ہے، اور اس کا مطالبہ قرآن نے اہل ایمان (مردوزن) سے کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اور اہل بیت (افراد خاندان ازواج مطہرات و بنات طہریات طاہرات) کی ایسی تربیت فرمائی تھی کہ وہ ان سب کے جامع تھے۔ اور ہر معاملہ میں وہ اللہ کی پسند اور ناپسند دیکھتے تھے، پسند پر عمل کرتے اور ناپسند کو چھوڑ دیتے۔ خود دور رہتے اور دوسروں کو بھی دور رہنے کو کہتے، صحابہ کا ایک بڑا امتیازی وصف یہ تھا کہ وہ جو اپنے لئے پسند کرتے وہی دوسرے کے لئے پسند کرتے تھے۔ یہ واقعہ معمولی اہمیت کا حامل نہیں ہے کہ ایک صحابی کو گھوڑا خریدا تھا ان کی رعایت میں گھوڑے والے نے اس کی قیمت کم کر دی۔ انہوں نے بہ اصرار دام بڑھوائے یہاں تک جب اس کے دام اتنے کر دیئے جتنے میں اس کی وہ قیمت سمجھتے تھے تو پھر اس گھوڑے کو خریدا، یہ ایک نمونہ کے طور پر واقعہ تھا جو ذکر کیا۔ کتنے ایسے ایمان افروز روح پرور انسانیت نوازی کے واقعات ہیں۔ ہم اگر اپنی زندگی میں اختیار کرنے لگ جائیں تو پھر ایک زبردست مثالی اسلامی انسانی معاشرہ تشکیل پا جائے گا اور محبت و اخوت کی فضا عام ہو جائے گی اور گلہ و شکوہ کا ماحول ختم ہو جائے گا۔



امۃ اللہ تسنیم

شیطان کی طرف سے ہے۔ بس اس کے بعد پھر کوئی الگ ہو کر نہیں اُترا، سب آپس میں مل جل کر اُترتے تھے۔ (ابوداؤد)

سواری کا خیال

حضرت سہل بن ربیع بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹ کے پاس سے گزرے اس کا پیٹ پیٹھ سے لگا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ان کو اچھا کھلاؤ اور اچھی طرح ان پر سواری کرو۔ (ابوداؤد)

قضاء حاجت کیلئے پروردگار کی جگہ بہتر ہے حضرت ابو جعفر عبد اللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے پیچھے مجھے سوار کیا اور ایک راز کی بات مجھے فرمائی جو میں کسی سے نہ بتاؤں گا اور آپ کو پاجانہ پیشاب کے آؤ کے لئے دیواریا کھجور کا جھنڈ بہت پسند تھا۔ (مسلم)

جانوروں کی رعایت

برقانی نے مسلم کی سند سے اتنا اور زیادہ کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے نخلستان کے اندر تشریف لے گئے وہاں آپ نے ایک اونٹ کو دیکھا وہ اونٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر بلبلانے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور اس کے کوہان

چلنے، اُترنے، ٹھکانا بنانے اور سفر میں سونے کے آداب

سواری کے حقوق

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سبزہ دار میں سفر کرو تو اونٹوں کو زمین سے اس کا حق دو (یعنی میانہ روی اختیار کرو کہ وہ چرتے ہوئے چلیں) اور جب تم غنجر زمین پر سفر کرو تو چلنے میں جلدی کرو تا کہ پلکان اور لاغر ہونے سے پہلے منزل پر پہنچ جائیں اور جب آخر شب میں منزل پر اترو تو شارع عام اور گزرگاہوں کو چھوڑو، اس لئے کہ وہ جانوروں اور حشرات الارض کی جگہ ہے۔ (مسلم)

آنحضرت کے آرام کا طریقہ

حضرت ابو قتادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اترتے تھے تو اپنے دائیں پہلو پر آرام فرماتے تھے اور جب صبح سے پہلے اُترتے تو اپنا داہنا ہاتھ کھڑا کر لیتے تھے اور ہتھیلی پر سر مبارک ٹیک (علماء کا قول ہے کہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم اس لئے ٹیک لگا کر آرام فرماتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ غفلت کی نیند آجائے، اور صبح کی نماز کا اول وقت فوت ہو جائے) لیتے تھے۔ (مسلم)

رات کا سفر کرنے کی ہدایت

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو لازماً رات کو سفر کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ زمین رات کو لپیٹی (رات کو زمین کم معلوم ہوتی ہے) جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

سفر میں ایک قافلے کے لوگوں کو

اکٹھا اترنا چاہئے

حضرت ابو ثعلبہ خشنی سے روایت ہے کہ لوگ جب کسی منزل پر اترتے تو گھائیوں اور وادیوں میں متفرق ہو کر اُترتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان گھائیوں اور وادیوں میں تمہارا متفرق اترنا

کے پیچھے ہاتھ پھیرا اور فرمایا یہ کس کا اونٹ ہے ایک نوجوان انصاری نے عرض کیا یہ میرا اونٹ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانوروں کے بارے میں جن کا اللہ نے تم کو مالک کیا ہے اللہ سے نہیں ڈرتے ہو یہ مجھ سے شکایت کرتا ہے کہ تم اس کو پیٹ بھر کر نہیں کھلاتے ہو اور اس سے محنت لے کر اس کو تھکاتے ہو۔ (اس کو ابو داؤد برقیانی کے مثل روایت کیا ہے)۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ جب کسی منزل پر اترتے تھے تو اس وقت تک نماز نہیں پڑھتے تھے جب تک اونٹوں کے پالان نہ کھول لیتے تھے۔ (مسلم)

رمضیٰ سفر کی مدد

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ہم سفر میں تھے کہ ایک آدمی اونٹ پر سوار آیا اور دائیں بائیں (اس کا اونٹ تھک بہت گیا تھا اس لئے وہ چاروں طرف دیکھ رہا تھا کہ شاید کوئی سواری مل جائے) دیکھنے لگا۔ آپ نے فرمایا جس کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہو وہ ضرورت مند کو دے دے اور جس کے پاس ضرورت سے زائد زاوراہ ہو وہ حاجت مند کو دے دے اس طرح آپ نے مختلف چیزوں کا نام لیا اس وقت ہم نے سمجھ لیا کہ زائد مال میں ہمارا حق نہیں۔ (مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی غزوہ کا ارادہ کیا اور فرمایا اے گروہ مہاجرین و انصار تمہارے بھائیوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ جن کے پاس نہ مال ہے نہ جماعت۔ اب تم کو لازم ہے کہ دو دو یا تین تین کو اپنی طرف شامل کر لو اور ہم لوگوں کے پاس ایک ایک ہی سواری تھی، بس یہ کرتے تھے کہ باری باری سے سوار ہوتے تھے۔ میں نے بھی دو یا تین کو اپنی طرف کر لیا اور باری مقرر کر لی۔ (ابوداؤد)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں خود پیچھے رہتے تھے اور کمزوروں کو آگے بھیج دیتے تھے۔ (ابوداؤد)

سواری پر سوار ہوتے وقت حضورؐ کی دعا حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے اور سواری پر سوار ہوتے تو تین بار تکبیر کہتے اور پھر فرماتے:

سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرْنَا هَذَا
وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ، وَإِنَّا إِلَى
رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ۔

پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے بس میں کر دیا۔ ہم ایسے نہ تھے کہ اس کو قابو میں لاتے اور بے شک ہمیں اپنے پروردگار کی طرف پلٹتا ہے۔

جن چیزوں سے پناہ مانگنی چاہئے حضرت عبداللہ بن سُرْحَس سے

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر کے لئے تشریف لے جاتے تو سفر کی سختی، راحت کے بعد تکلیف، مظلوم کی بددعا اور اہل مال کی طرف برائی دیکھنے سے پناہ مانگتے تھے۔ (ترمذی، نسائی)

سوار ہونے کا طریقہ اور اس کا اذکار حضرت علی بن ربیعہؓ سے روایت ہے کہ علی بن ابی طالب کے لئے جب سواری لائی گئی تو اس وقت میں موجود تھا۔ انہوں نے جب اس کی رکاب پر بھر رکھا تو بسم اللہ کہا۔ پھر جب پیٹھ پر بیٹھ گئے تو کہا۔ الحمد للہ پھر فرمایا:

سُبْحَانَ اللَّهِ الَّذِي سَخَّرْنَا
هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ، وَإِنَّا
إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ۔

اس اللہ کی تعریف ہے جس نے اس کو ہمارے لئے مسخر کر دیا۔ ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔

پھر تین مرتبہ الحمد للہ کہا، پھر تین بار اللہ اکبر کہا۔ پھر یہ دعا پڑھی۔

سبحانك اني ظلمت نفسي
فاغفر لي فانا لا يغفر الذنوب
الا انت۔

پاک ہے تو بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ بس مجھ کو بخش دے اور تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔

ہریانہ کا مقام ”بناؤلی“ ہے (قومی آواز دہلی 6 مارچ 98ء) واضح ہو کہ مسٹر راؤ آثار قدیمہ کے ماہرین میں سے ہیں، رامپور کے ایک پنڈت جی کا دعویٰ ہے کہ رام جی کی پیدائش اصل جگہ رام پور ہے اور اس سلسلہ میں ان کے پاس ثبوت موجود ہے، اس طرح کے دعویٰ کو بے دلیل نہ سمجھنا چاہئے، کیونکہ ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ ایک شہر کسی نام سے معروف تھا اور یہ اپنی جگہ سے ہٹتے ہٹتے کافی دور پہنچ گیا، شہر کے باشندے اور کاروباری نقل مکان کرتے رہے اور پھر وہی دوسری جگہ اس شہر کے نام سے موسوم ہو گئی۔

اگر ایودھیا وہی جگہ ہے جو اس وقت ”ایودھیا“ کہلاتی ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ اس شہر میں رام جی کی پیدائش کس جگہ پر ہوئی؟ کیونکہ اس وقت ایودھیا میں تقریباً نو دس ایسے مندر موجود ہیں، جن کی بابت ان مندروں کے متولیوں کا دعویٰ ہے کہ یہی رام جی کی جائے پیدائش ہے، پروفیسر سری واسٹون نے لکھا ہے کہ 1902ء میں رام جی کی اصل جائے پیدائش معلوم کرنے کے لئے باضابطہ ایک کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئی، اس کمیٹی نے کافی تلاش و جستجو کے بعد دو مقامات کے بارے میں اندازہ لگایا کہ شاید یہ رام جی کی جائے پیدائش اور ان میں سے ایک کا نام ”رام جنم اسٹھل“ رکھا گیا اور دوسرے کا ”رام جنم بھوی“ یہ دونوں

ایک مظلوم کی فریاد انصاف کے ایوان میں!

مسجد رام جی کے پیدائشی مقام پر بناؤلی گئی ہے، یہ دعویٰ عقل و نقل اور تاریخ و آثار ہر پہلو سے غلط ہے، اولاً تو یہ بات ہی متعین نہیں کہ کیا رام جی کا حقیقی معنوں میں وجود تھا یا محض ایک افسانوی نام اور علاقائی کردار ہے؟ کیونکہ رام جی سے وابستہ جو تاریخ ہندو مذہبی کتابوں میں بیان کی گئی ہے، اس کے توہماتی اور دیومالائی ہونے میں کسی حقیقت پسند ہندو دانشور کو بھی شک و شبہ نہیں، اس لئے بہت سے ہندو دانشوروں کا بھی خیال ہے کہ رام جی کی حیثیت ایک افسانوی کردار کی ہے نہ کہ حقیقی شخصیت کی، پھر اگر مان لیا جائے کہ رام جی کا حقیقی وجود تھا اور آپ ایودھیا میں پیدا ہوئے تھے تو سوال یہ ہے کہ ایودھیا سے کون سا علاقہ مراد ہے؟ کیونکہ آثار قدیمہ کے ڈپٹی سپریٹنڈنٹ ایم وی این کرشنا راؤ نے انکشاف کیا تھا اور ثبوتوں کی بنیاد پر دعویٰ کیا تھا کہ اصل ایودھیا

مسلمانوں نے آزاد ہندوستان میں بہت سے غم دیکھے ہیں، چوٹیں سہی ہیں، زخم کھائے ہیں، دکائیں لٹائی ہیں، اپنے عزیزوں اور بزرگوں کی جانوں کے نذرانے پیش کئے ہیں، کبھی کبھی عزت و آبرو کی قربانی بھی دین حق پر استقامت کی پاداش میں دی ہے اور اس ملک کے چپے چپو کا اپنے لہو کے امنٹ نقوش سے لالہ زار کیا ہے، لیکن 6 دسمبر کا زخم ایسا ناسور ہے، جو کسی طور مندمل نہیں ہوتا اور جب تک دوبارہ یہاں اللہ کا گھر نہ بن جائے اور اس کے میناروں سے اللہ کی کبریائی اور توحید کی اذان جانفزا بلند نہ ہونے لگے، اس وقت تک اس غم کا مداوانہ ہو سکے گا، مسلمانوں کی اگلی نسلیں بھی اس غم کو فراموش نہ کر سکیں گی، کہ متاع غم متاع حیات بن چکا ہے اور اسے لٹایا نہیں جاسکتا۔

فرقہ پرست عناصر کہتے ہیں کہ باہری

جگہیں باہری مسجد کے علاوہ ہیں، باہری مسجد کے محل وقوع کے رام جی کے جانے پیدائش ہونے کا ذکر مفید اور تفرقہ انداز انگریزوں سے پہلے نہ کسی تاریخی کتاب اور سفرنامہ میں ہے اور نہ ہندو بھائیوں کی مذہبی کتابوں میں۔

اگر یہ بات فرض بھی کر لی جائے کہ رام جی کی جانے پیدائش وہی جگہ ہے تو بھی اس بات کا ثبوت مطلوب ہوگا کہ اس جگہ پہلے مندر تھا اور اس کو توڑ کر مسجد بنائی گئی تھی؟ اور اگر اس مقام پر مندر کے پائے جانے کا کوئی ثبوت ملتا ہے تب بھی یہ بات محتاج دلیل ہے کہ مسلمانوں نے اس جگہ جبراً مسجد بنائی ہے، کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس مقام کے باشندوں نے اس جگہ کو مسلمانوں سے فروخت کر دیا ہو اس لئے کہ مسلمانوں کے یہاں مسجد کی زمین خرید و فروخت نہیں کی جاسکتی، لیکن دوسری قوموں کے یہاں مذہبی عبادت گاہوں کے بارے میں ایسا تقدس نہیں پایا جاتا، چنانچہ یورپ میں یہودی اور عیسائی بے تکلف اپنے چرچ فروخت کرتے رہتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ باہر نے اس مندر کو منہدم کر کے مسجد تعمیر کیا تھا، لیکن یہ بات تاریخی حقائق کی رو سے قطعاً ناقابل یقین ہے، کیونکہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ باہر کبھی یودھیا گیا بھی ہو، باہر نے خود تریکی زبان میں ”باہر نامہ“ تحریر کیا ہے، نہ اس

میں اس کا ذکر ہے اور نہ دوسرے مورخین نے اس کا ذکر کیا ہے، باہر نامہ کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ باہر یودھیا سے تقریباً 72 میل دور مقیم ہوا تھا، چنانچہ پروفیسر سری داستو نے لکھا ہے کہ کوئی ٹھوس تاریخی شہادت ایسی موجود نہیں ہے کہ باہر یا اورنگ زیب یودھیا آئے ہوں۔ (باہر، ص: 93)

پروفیسر آرناتھ (یونیورسٹی جے پور راجستھان) نے بھی لکھا ہے کہ باہر کبھی یودھیا نہیں آیا۔ (باہر، ص: 96)

کسی شخص سے جو بات منسوب کی گئی ہو، اس کی صداقت کو پرکھنے کے لئے ایک اہم طریقہ یہ ہے کہ خود اس شخص کے مزاج و مذاق کی اس سے مطابقت اور ہم آہنگی دیکھی جائے، اس پہلو سے بھی باہر کی طرف مندر کے منہدم کرنے کی نسبت قطعاً غلط معلوم ہوتی ہے، کیونکہ باہر کٹر مذہبی قسم کا آدمی نہیں تھا اور مذہبی رواداری کا بہت ہی زیادہ لحاظ رکھتا تھا، منصف مزاج غیر مسلم مورخین نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے، راجہ شیو پرشاد نے اپنی کتاب ”آئینہ تاریخ“ کے پہلے حصہ میں باہر کے عدل و انصاف اور نیک دلی کی بہت تعریف کی ہے، اس کے دور میں ظلم حکومت میں بھی بہت سے ہندو شریک تھے، وہ ہندو جوگیوں سے بہت عقیدت سے پیش آیا کرتا تھا، پروفیسر آرناتھ کا بیان ہے کہ ایسی کوئی شہادت نہیں کہ باہر کو متعصب ٹھہرایا جاسکے،

پروفیسر سری رام شرمانے لکھا ہے کہ ایسی کوئی تاریخی شہادت موجود نہیں کہ باہر نے کبھی کسی مندر کو توڑا ہو، یا ہندوؤں پر مذہبی اختلاف کی بنا پر کوئی ظلم روا رکھا ہو، پروفیسر آرسی رائے چودھری لکھتے ہیں کہ باہر وہ بادشاہ تھا جس نے مذہبی رواداری اور برداشت کی پالیسی کا بیج بویا۔ (باہر، ص: 80)

مشہور محقق سید صباح الدین عبدالرحمن صاحب نے اپنی کتاب ”مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری“ میں باہر کی عالی ظرفی اور حسن سلوک پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، پروفیسر بنرجی نے ہندوؤں کے ساتھ باہر کے مخلصانہ برتاؤ اور کلیدی عہدوں پر ہندوؤں کے فائز کرنے کا ذکر کیا ہے اور اس کی طرف مندر اور مقدس مقامات کے مسمار کرنے کی نسبت کو غلط قرار دیا ہے اور پروفیسر سری داستو نے اپنی پوری تحقیق کے بعد لکھا ہے کہ باہر پر الزامات اس کی شخصیت اور کردار سے قطعی میل نہیں کھاتے (باہر، ص: 82) یہاں تک کہ باہر نے اپنے وصیت نامہ میں گاؤں کشی سے منع کیا ہے، تاکہ ہندوؤں کے مذہبی جذبات مجروح نہ ہوں۔

رام شکر اپادھیائے نے مارچ 1995ء میں باہری مسجد کے مقدمہ کی سماعت کرنے والی لکھنؤ جج کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا ہے:

(بقیہ..... صفحہ..... ۳۸..... پر)

محترم محمد جاوید اشرف مدنی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کافروں سے حسن سلوک

دیرے دیرے ایک ایک کر کے لوگ اسلام میں داخل ہوتے رہے، یہاں تک کہ صلح حدیبیہ کا موقع آیا تو میں اس صلح میں شریک ہوا اور اسلام بڑھتا رہا، صلح نامہ جس وقت لکھا گیا تو اس میں آخری گواہ میں ہی تھا، اور اس وقت بھی میں نے اپنے دل میں کہا: قریش کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تکلیف

ہی پہنچے گی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ القضاء کے لئے مکہ آئے اور قریش مکہ سے باہر نکلے تو میں ان لوگوں میں سے تھا جو مکہ میں رہ گئے تھے، میرے ہم راہ سہیل بن عمرو بھی تھے، ہمیں مکہ میں اس لئے چھوڑا گیا تھا کہ ہم معاہدہ کے مطابق تین دن بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے باہر نکال دیں، چنانچہ جیسے ہی تین دن پورے ہوئے، میں اور سہیل بن عمرو آئے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: تمہارا وقت پورا ہو چکا ہے، لہذا یہاں ہمارے شہر سے چلے جائیے، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ زور آواز لگائی، ہمارے ساتھ جو لوگ بھی آئے ہیں ان میں سے کوئی شخص بھی آج کے سورج کے غروب ہونے سے پہلے پہلے مکہ میں نہ رہے، یہاں سے نکل جائے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ان حوٹب کا اسلام لانے کا واقعہ کچھ اس طرح ہے، ملاحظہ فرمائیں:

حوٹب کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے تو خوف کے مارے میں حواس باختہ

بنے اور وہ مجھے اسلام سے روکتے رہے اور تمہارے والد مجھ سے یہ کہتے: کیا تو اپنی قوم کی عزت کو خاک میں ملائے گا؟ کیا تو ایک نئے دین کی خاطر اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑے گا؟ یہ سننا تھا کہ مردان شرم سے پانی پانی ہو گیا اور اپنے سوال پر نادم ہوا۔ پھر حوٹب نے مردان کو مخاطب ہو کر کہا: کیا تمہیں عثمان (رضی اللہ عنہ) نے نہیں بتلایا کہ جب وہ اسلام لائے تو تمہارے والد سے ان کو کس قدر تکالیف پہنچیں؟ اس بات پر مردان اور زیادہ رنجیدہ ہو گیا، حوٹب نے مزید کہا: قریش کے سرکردہ اور بڑے لوگوں میں جو لوگ فتح مکہ تک کفر پر قائم رہے ان میں مجھ سے زیادہ کسی شخص کو اسلام سے دور رکھنے میں مجبور نہیں کیا گیا، بہر حال یہ مقدرات میں سے ہے، ہدر کے موقع پر میں جنگ میں مشرکین کے ساتھ شریک ہوا، میں نے فرشتوں کو قتل کرتے ہوئے اور قید کرتے ہوئے دیکھا تو میں نے اسے دل میں کہا کہ: یہ شخص (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) مخالفت خداوندی میں ہے، ہم مشرکین نکست خوردہ مکہ واپس ہوئے، مکہ میں

حوٹب بن عبد العزی یہ جلیل القدر صحابی ہیں، مگر شرف صحابیت سے پہلے کفر کے زمانہ کے کچھ احوال وہ بیان کرتے ہیں، جس میں ہمارے لئے بہت سی عبرت ہے۔

حوٹب کی طبیعت میں اگرچہ سلامتی تھی، مگر اسلام دشمنی کا جو ماحول مکہ مکرمہ میں گرم تھا اس سے یہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، حوٹب کا واقعہ کچھ اس طرح امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے: محمد بن سلمہ اہلبی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حوٹب بن عبد العزی مردان بن حکم کے پاس اس وقت پہنچے جب مردان نے زمام حکومت سنبلالی، حوٹب کے ساتھ دیگر چند کھار صحابہ تھے، مش حکیم بن حزام، مخرمہ بن نوفل وغیرہ، مردان کے پاس کچھ دیر یہ لوگ گفتگو میں مشغول تھے کہ مردان نے حوٹب سے مخاطب ہو کر کہا: بزرگوارا اسلام کے بہت سے واقعات پیش آئے، مگر تم اسلام میں پیچھے ہی رہے؟ حوٹب نے جواب دیا: جی ہاں: اللہ کی قسم بات اصل یہ ہے کہ میں نے متعدد بار اسلام لانے کا ارادہ کیا، مگر ہر مرتبہ تمہارے والد ہی اس راہ میں رکاوٹ

ہو گیا اور میں گھر سے نکل کھڑا ہوا، اپنے بیوی بچوں کو الگ الگ کچھ امن کی جگہوں پر پہنچا دیا، اس سے فارغ ہو کر میں عوف کے بارہ میں پہنچا تو اچانک ابوذر غفاری سے سامنا ہو گیا، ان سے میری خوب دوستی تھی اور ایسے وقت میں دوستی اگرچہ کام آتی ہے، مگر میں ان کو دیکھتے ہی بھاگ کھڑا ہوا، ابوذر نے مجھے آواز لگائی، ابو محمد! نے کہا: لیک، کہنے لگے: تجھے کیا ہوا؟ میں نے کہا مجھے ڈر لگ رہا ہے، کہنے لگے، لا خوف علیک: آج کوئی خوف اور ڈر کی بات نہیں ہے، تم اللہ عزوجل کی امان و حفاظت میں ہو، یہ سن کر میں واپس ہوا اور میں نے ان کو سلام کیا، انہوں نے مجھ سے کہا: جاؤ اپنے گھر جاؤ، میں نے کہا: کیا میرے گھر پہنچنے کا راستہ ہے؟ اللہ کی قسم مجھے نہیں لگتا کہ میں گھر پہنچ سکوں گا، راستہ ہی میں پکڑ کر قتل کر دیا جاؤں گا اور اگر گھر میں پہنچ بھی گیا تو وہاں مار دیا جاؤں گا، جب کہ میرے گھر والے بھی گھر پر نہیں ہیں، ان کو بھی میں نے مختلف جگہوں پر چھوڑ دیا ہے، ابوذر نے کہا: جاؤ اپنے گھر والوں کو ایک جگہ جمع کر لو، اور میں تمہیں تمہارے گھر تک پہنچاتا ہوں، چنانچہ یہ میرے ساتھ ہوئے اور راستہ میں یہ آواز لگاتے رہے: حویطب کو امان مل چکی ہے، کوئی ان سے تعرض نہ کرے، اس کے بعد ابوذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور اس واقعہ کی اطلاع دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تمام ہی لوگوں کو امن نہیں دیا

گیا، سوائے ان (چار) کے جن کو میں نے قتل کا حکم دیا ہے؟ یہ سن کر مجھے اطمینان ہوا اور میں نے اپنے اہل و عیال کو یکجا کیا اور ان کو گھر پہنچایا، اس کے بعد ابوذر میرے پاس آئے اور کہنے لگے: اے ابو محمد! کب تک اور آخر کب تک؟ تمام خیر کی جگہوں سے تم محروم رہے اور بہت سی خیر تمہیں نصیب نہ ہوئی، مگر چلو ابھی بھی کافی خیر موجود ہے، لہذا جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس، جا کر اسلام لے آؤ، تاکہ تمہیں سلامتی حاصل ہو سکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ نہایت شریفانہ برتاؤ فرماتے ہیں، آپ کی عادت شریفہ لوگوں کو جوڑنے کی ہے، توڑنے کی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حلیم الطبع اور بردبار ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و شرافت ہی میں تمہاری بھی عزت و شرافت ہے۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے تو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں، پس میں ابوذر کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریفہ میں بطحاء کے مقام پر حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) تھے، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کی جانب کھڑا ہو گیا، میں نے ابوذر سے پوچھا کہ: میں کس طرح سلام کروں؟ کہنے لگے یہ کہو: السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، میں نے یہ الفاظ کہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: وعلیک السلام حویطب! میں نے کہا: اھمدان لا الہ الا اللہ، واکرم رسول اللہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الحمد للہ کہ تعریف ساری اسی ذات کے لئے ہے جس نے تمہیں ہدایت سے نوازا۔ میں نے محسوس کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے اسلام لانے سے مسرت و خوشی ہوئی۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے قرض طلب فرمایا تو میں نے چالیس ہزار درہم قرض دیے، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین، طائف وغیرہ غزوات میں شریک ہوا تو مجھے مال فینیت بھی عنایت فرمایا، حنین کے موقع پر سوانٹ عطا فرمائے۔ یہ عظیم صحابی مدینہ میں ہجرت کر کے آئے اور یہیں ایک سو بیس سال کی عمر میں سنہ 54ھ میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ وارضاه۔ (متدرک حاکم رقم: 6084)

آج ہر دن نئے نئے طریقے سے مسلمانوں کو ہر جگہ ستانے اور ان کو اذیتیں پہنچانے کے طریقے اختیار کئے جا رہے ہیں، نفرت کی لہر ساری دنیا میں گرما دی گئی ہے، مسلمانوں کو ہر جگہ مشکلات کا سامنا ہے، ہر جگہ مسلمانوں کے ساتھ سوتیلے پن کا برتاؤ برتا جا رہا ہے، جب کہ ہر عقلمند یہ بات جانتا ہے کہ جب آگ لگتی ہے تو وہ آگ اپنے پرانے کو نہیں دیکھتی، بلکہ اپنی لپیٹ میں سب ہی کو جلا کر خاک کر دیتی ہے، اسلام و مسلم دشمن طاقتیں شاید یہ سوچے ہوئے ہوں کہ ہم آگ سلگا دیں اور اس میں مسلمان جل کر خاک ہو جائیں گے، مگر یہ ان کی خام خیالی اور بدصوبی ہے۔

(بقیہ..... صفحہ..... ۴۱..... پر)

تحفہ دوا

برکت سے مجھے نہ کسی سلطان کی سلطوت سے خوف ہے، نہ کسی شیطان کے شر سے کوئی اندیشہ ہے۔ حجاج اس کلام کی بیعت سے بے خود اور مہبوت ہو گیا۔ (اور گردن جھکالی)۔
تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھایا اور انتہائی لجاجت سے کہا، اے ابو جہزہ وہ کلمات مجھے بھی سکھا دیجئے۔ فرمایا تجھے ہرگز نہیں سکھاؤں گا۔

بخدا! تو اس کا اہل نہیں ہے۔ پھر جب حضرت انسؓ کی وفات کا وقت آیا تو آپ کے خادم حضرت ابان رحمہ اللہ نے عرض کیا، میں وہی کلمات سیکھنا چاہتا ہوں جو حجاج نے آپ سے چاہے تھے، مگر آپ نے اس کو سکھانے سے انکار کر دیا تھا، فرمایا ہاں تجھے سکھاتا ہوں، تو ان کا اہل ہے، صبح و شام یہ کلمات پڑھا کر حق تعالیٰ شانہ تمام آفات سے محفوظ رکھیں گے۔ وہ کلمات یہ ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی نَفْسِيْ وَ رِيْضِيْ،
بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی اَهْلِيْ وَ مَالِيْ وَ وِلْدِيْ،
بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی مَا اَعْطَانِيْ اللّٰهُ اللّٰهُ
رَبِّيْ، لَا اَشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا اللّٰهُ اَكْبَرُ
اللّٰهُ اَكْبَرُ وَ اعِزُّ وَ اَجَلُّ وَ اَعْظَمُ مَا
اَضَافَ وَ اَحْذَرُ، عِزُّ جَارِكِ، وَ جَلُّ
ثِقَاتِكِ، وَ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ، اَللّٰهُ اَنِيْ
اَهْوَكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَ مِنْ شَرِّ كُلِّ
شَيْطَانٍ مَّرِيْدٍ وَ مِنْ شَرِّ كُلِّ جَبَّارٍ
عَبِيْدٍ، فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلِّ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا
اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ
الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، اِنْ وَّلِيَ اللّٰهُ الَّذِي
نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَ هُوَ يَتَوَلٰى الصّٰلِحِيْنَ۔

فخص گھوڑا اس نیت سے پالتا ہے کہ ضرورت کے وقت اس پر سواری کرے گا اور پیدل چلنے کی زحمت سے بچا جائے گا۔ (یہ شخص نہ ثواب کا مستحق ہوگا، نہ عذاب کا)۔ تیسرا وہ شخص ہے جو گھوڑا نام اور شہرت کے لئے پالتا ہے، تاکہ لوگ دیکھا کریں کہ فلاں کے پاس اتنے اور ایسے ایسے عمدہ گھوڑے ہیں، اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور حجاج! حیرے گھوڑے اسی قسم میں داخل ہیں۔ حجاج یہ بات سن کر بھڑک اٹھا، اس کے غصے کی بجٹی تیز ہو گئی اور کہنے لگا اے انس! تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو خدمت کی ہے اگر اس کا لحاظ نہ ہوتا، امیر المؤمنین عبدالملک بن مروان نے جو مجھ کو تمہاری سفارش اور رعایت کے بارے میں لکھا ہے اس کی پاسداری نہ ہوتی تو میں معلوم کہ آج میں تمہارے ساتھ کیا کر گذرتا؟ حضرت انسؓ نے فرمایا، خدا کی قسم تو میرا کچھ باز نہیں سکتا اور نہ تجھ میں اتنی ہمت ہے کہ مجھے نظر بد سے دیکھ سکے، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند کلمات سن رکھے ہیں، میں ہمیشہ ان ہی کلمات کی پناہ میں رہتا ہوں، ان کلمات کی

محدث جلیل حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے ”جمع الجوامع“ میں نقل فرمایا ہے کہ حافظ ابوالشیخ نے ”کتاب الثواب“ میں اور شیخ ابن عساکرؒ نے اپنی تاریخ میں یہ واقعہ روایت کیا ہے کہ ایک دن حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجاج بن یوسف ثقفی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، حجاج نے کسی خادم کو حکم دیا کہ ان کو مختلف قسم کے چار سو گھوڑوں کا معائنہ کراؤ، حکم کی تعمیل کی گئی۔ حجاج نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا، فرمائیے اپنے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی اس قسم کے گھوڑے اور ناز و نعمت کا سامان کبھی آپ نے دیکھا؟ فرمایا بخدا! یقیناً میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس سے بدرجہا بہتر چیزیں دیکھی ہیں اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ لوگ جن گھوڑوں کی پرورش کرتے ہیں، ان کی تین قسمیں ہیں، ایک شخص گھوڑا اللہ کے راستے میں جہاد کی نیت سے پالتا ہے، اس گھوڑے کا پیشاب، لیدر، گوشت پوست اور خون سب قیامت کے دن اس کے ترازوئے عمل میں ہوگا۔ دوسرا

حفاظت اور پناہ مانگتا ہوں اللہ کے نام کی اپنے نفس اور اپنے دین کی خاطر، حفاظت مانگتا ہوں اللہ کے نام کی اپنے اہل و عیال، اپنے مال اور اپنی اولاد کی لئے، حفاظت مانگتا ہوں اللہ کی ہر نعمت پر جو اللہ نے عطا کی ہے، میرا پروردگار ہے، میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا، الہ جل شانہ؛ عیود بڑے اور بلند و برتر ہیں، ہر اس چیز سے میں ڈرتا یا اندیشہ کرتا ہوں۔ تیرا پڑوس (یعنی تیری پناہ لینے والی) غالب ہے، تیری ثابوڑی ہے تیرے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں۔ اے اللہ! میں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان مردود کے شر سے اور ہر شیطان متکبر کے شر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں، اگر یہ کافر لوگ منہ پھیر لیں تو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان سے کہہ دیں کہ میرا اللہ مجھے کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اسی پر میرا بھروسہ ہے، وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ بے شک اللہ میرا دوست اور نگہبان ہے، لوگوں کا دوست اور متولی ہے۔ اس دور پر فتن میں جب کہ ہر طرف جلاؤ گھیراؤ کا ماحول ہے، بے اصولی، ظلم و تشدد، حق تلفی کا راج ہے، اپنے ماتحتوں اور کمزوروں کو بجا دبا کر رکھنے کا بازار گرم ہے۔ حضرت علمائے کرام، طلبہ، مبلغین عظام اور تمام اہل اسلام کو چاہئے کہ صبح و شام اس دعا کے پڑھنے کا اہتمام کریں، تاکہ ہر قسم کی تکلیف سے محفوظ رہیں۔ ○ ○

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۰ صفحات کے اس رسالے کی قیمت انتہائی کم (فی شمارہ صرف بیس روپے اور سالانہ خریداری - 200/ روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے پیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقم "ادارہ رضوان" کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔ سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر در سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ اور ضمنی آڈر فارم بھی روانہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ یاد دہانی ہو سکے۔

یاد رکھئے از سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی در سالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ "رضوان" خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر یا بذریعہ فون اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرمادیں۔ نیز اپنا خریداری نمبر یا جس نام سے رسالہ جاری ہے وہ پتہ صاف اور خوشخط ضرور لکھیں۔ آپ کا تعاون اس دینی سعی و کوشش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور "رضوان" کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کیلئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

قارئین رضوان سے گزارش ہے وہ اپنا سالانہ چندہ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں جمع کر سکتے ہیں۔

Bombay Mercantile Co-operative Bank, Lucknow-18

Name of Account "RIZWAN MONTHLY", Account No. : 205110100005299

IFSC Code : UTIBOSBMCBI

نوٹ: رقم ڈالنے کے بعد دفتر کو مطلع ضرور کریں ورنہ ہم آپ کے اکاؤنٹ میں نخل نہ ہوگی۔ اس نمبر پر مطلع کریں Cantt. No. : 9415911511

اچھی صحبت کے مبارک اثرات

جیسا بیوں نے جب بغداد فتح کیا تو مورخین نے لکھا ہے کہ انہوں نے ایک کمیشن قائم کیا۔ بغداد میں موجودہ کتب خانوں کا جائزہ لے۔ چنانچہ ایک انگریز مورخ نے لکھا ہے کہ بغداد کا ایک کتب خانہ جب درہائے جلد میں ڈالا گیا تو قبل بن گیا اور کئی مہینے تک اس دریا کا رنگ سیاہ رہا۔ گویا، اتنی کتابیں تھیں اس کتب خانے میں۔ یہ تو بہت پرانی بات ہے۔ آج تو پرتشنگ پریس ہیں۔ قرآن بھی چھپ رہا ہے۔ حدیث بھی چھپ رہی ہے۔ فقہ بھی چھپ رہا ہے۔ ایک ایک کتاب سوسو، ڈیڑھ ڈیڑھ سو جلدوں کی ہے۔ علم ترقی کر رہا ہے اور دین کی اشاعت کے تمام تر ممکنہ ذرائع استعمال ہو رہے ہیں۔

پہلے زمانے میں لاؤڈ اسپیکر بھی نہیں ہوتا تھا۔ لوگ بیان کرتے تھے تو کبھی چار آدی بیٹھے ہیں، کبھی سات آدی بیٹھے ہیں۔ اب تو دین کی اشاعت کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا بھی استعمال ہو رہا ہے۔ بے شمار لوگ دین کی بات سن رہے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ پوری دنیا جلسہ گاہ بن گئی ہے تو درست ہوگا۔

ایک آدی آسٹریلیا سے کوئی بات کرتا ہے تو وہ پوری دنیا میں نشر ہوتی ہے۔ ایک آدی امریکا سے کوئی بات کرتا ہے تو وہ پوری دنیا میں نشر ہوتی ہے۔ اسی طرح، آپ یہ دیکھیں کہ جتنے وسائل ہیں، سب استعمال ہو رہے ہیں۔ لیکن بہت عجیب بات ہے کہ عمل میں کسی ہے۔ ایمان کا پیمانہ اوپر جانے کے بجائے نیچے ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ

میرے محترم بھائیو، بزرگو اور دوستو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اس کا تقویٰ اختیار کرو، (وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ) (سورہ التوبہ: 119) اور سچائی اختیار کرنے والوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

اسی طرح، سرور کائنات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے، وہ انہی میں شمار کیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، رقم الحدیث: 4347) یہ آیت قرآن کی آیت ہے، اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ کا کلام حق اور سچ ہے اس میں ذرہ برابر تردد اور شک کی گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں: اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو، اور صادقین کی صحبت اور معیت اختیار کرو، اس سے دین آئے گا، اس سے تقویٰ آئے گا، اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آئے گی۔ آج آپ پوری دنیا کا جائزہ لیں تو علم کی کمی نہیں۔ علم بہت ہے..... اتنا ہے کہ ہم اور آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

الحمد لله حمداً ونستعينه ونستغفره ونؤمن به، ونتوكل عليه، ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له، نشهد ان سيدنا وسندنا ومولانا محمداً عبده ورسوله، ارسله بالحق بشيراً ونذيراً، وداعياً الى الله باذنه، وسراجاً منيراً.

اما بعدا فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم. (يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين).

وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم صدق الله مولانا العظيم وصدق رسول النبي الكريم، و نحن على ذلك لمن الشهدين والشكرين والحمد لله رب العالمين.

تعلق اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق میں کمی آگئی ہے اور بڑی تیزی کے ساتھ آئی ہے۔ وسائل کی کمی نہیں۔ علم ہر آدمی کے پاس ہے۔ شاید ہی کوئی مسلمان ایسا ہو جو یہ نہ جانتا ہو کہ نماز فرض ہے اور ایسا فرض کہ جس میں کوئی محبت نہیں۔ آپ اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں تو کھڑے ہو کر پڑھیں، اگر کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھیں، بیٹھ کے بھی نہیں پڑھ سکتے تو لیٹ کر پڑھیں۔ (الدرمخ الرد، کتاب الصلوٰۃ، باب حقۃ الصلوٰۃ، 2/164، دارالمعرفہ)

نماز ہر حال میں فرض ہے اور یہ بات ہر آدمی جانتا ہے۔ اسی طرح، روزہ اور حج فرض ہے۔ لیکن اگر آپ جائزہ لیں تو آپ کو بہت خوف ناک صورت حال کا سامنا ہوگا۔ شاہ فیصل کالونی پولیس اسٹیشن کی حدود (جہاں جامعہ فاروقیہ کراچی واقع ہے) میں آبادی بارہ لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ الحمد للہ، غالب اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ مسلمان جانتے ہیں کہ نماز فرض ہے۔ لیکن مسجدوں میں مسلمانوں کی آمد کتنے فیصد ہے، آپ حیران ہوں گے اور مجھ سے زیادہ آپ جانتے ہیں کہ مسلمانوں کا کتنا بڑا طبقہ کسی بھی نماز میں مسجد نہیں آتا۔ علم کی کمی نہیں ہے عمل کی کمی ہے۔

اس کا علاج کیا ہے؟ اس کا علاج ہے: "وكونوا مع الصادقين" جو اہل صدق ہیں، اللہ والے ہیں، ان کی صحبت اختیار کرو۔ بے عملی کا یہ یقینی علاج ہے۔ جب آدمی اچھی صحبت اختیار کرتا ہے تو اس صحبت کے نتیجے میں

خود بخود اچھائی کی طرف آتا ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ وہ بہت بڑے عالم تھے۔ تھانہ بھون ایک شادی میں تشریف لے گئے۔ اُن دنوں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمہ اللہ کا قیام تھانہ بھون میں تھا، اس لئے خیال تھا کہ حضرت سے بھی ملاقات کر لیں گے۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ عالم نہیں تھے اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ علم کے پہاڑ ہیں۔ حضرت حاجی صاحب مہاجر کی رحمہ اللہ عالم نہیں تھے، لیکن صاحب نسبت تھے، ان کی زندگی میں عمل تھا۔

لہذا حضرت گنگوہی، حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ بھئی مولانا رشید احمد کسی سے بیعت بھی ہو؟ حضرت مولانا رشید احمد صاحب نے فرمایا کہ میں کسی سے بیعت نہیں ہوں تو حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ جب کسی سے بیعت نہیں ہو تو مجھ سے بیعت کر لو۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب نے فرمایا کہ حضرت، یہ تو بڑا مشکل کام ہے۔ میں آپ سے بیعت ہوں گا تو آپ مجھے ذکر و اذکار بتائیں گے۔ میرے پاس اتنی فرصت نہیں ہے۔ پھر انہی کاموں میں لگ جاؤں گا۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے تو آپ سے بیعت کے لئے کہا ہے، میں

نے یہ تو نہیں کہا کہ پڑھانا چھوڑ دو۔

پھر حاجی صاحب نے فرمایا کہ ہم آپ کو کوئی ذکر و شغل نہیں دیں گے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ بیعت ہو گئے۔ اب وہاں اللہ والوں کی مجلس ہے۔ رات کے جب دو ڈھائی بجے تو لوگوں نے اٹھ اٹھ کر وضو کرنا اور تہجد پڑھنا شروع کر دیا۔ اس مجلس کے سبھی اٹھ کر وضو کر رہے ہیں، تہجد پڑھ رہے ہیں۔ تہجد سے فارغ ہو گئے تو اب دعا مانگ رہے ہیں، رورہے ہیں، کوئی تسبیح لے کر بیٹھا ہوا ہے اور اللہ اللہ کر رہا ہے۔ چنانچہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ بھی شرما شری اٹھ گئے۔ جا کر وضو کیا، تہجد کی نماز پڑھی۔ جب دوسری رات آئی تو دیکھا کہ اسی طرح لوگ اٹھ رہے ہیں، تہجد پڑھ رہے ہیں، دعائیں مانگ رہے ہیں۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے بھی اٹھ کر تہجد پڑھی۔ تیسری رات حضرت گنگوہی رحمہ اللہ خود اٹھے اور تہجد پڑھی۔ صبح کو حضرت حاجی صاحب سے ملاقات کی اور کہا کہ حضرت، آپ نے تو سارے کام کرا دیے۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے آپ سے کوئی کام نہیں کرایا۔ فرمایا کہ حضرت ارات کو سب اٹھ رہے تھے، میں بھی اٹھا۔ سب نے تہجد پڑھی، میں نے بھی پڑھی۔ سب نے ذکر کیا، میں نے بھی کیا۔

حاجی صاحب نے فرمایا کہ ہم نے تو آپ سے بیعت کے لئے کہا تھا۔ چنانچہ حضرت مولانا

گنگوہی رحمہ اللہ جو صرف ملاقات کے لئے آئے تھے اور بیعت کے بعد صرف تین دن رہنے کا ارادہ کیا تھا، فرمایا کہ حضرت اب تو میں چالیس دن بیٹھیں رہوں گا۔ چنانچہ چالیس دن قیام فرمایا اور انہی ایام میں حضرت حاجی صاحب نے خلافت بھی دے دی۔

(وكونوا مع الصادقين) اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو۔ جو اللہ والوں کی صحبت اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو عمل کی توفیق عطا فرماتے ہیں اور اس صحبت کے بہت مبارک اثرات ہوتے ہیں۔

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ بہت چھوٹے تھے، اسلام نہیں لائے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین سے واپس تشریف لارہے تھے۔ ایک مقام پر لشکر نے پڑاؤ ڈالا تو مجاہدین اسلام یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین کا اجتماع ہوا۔ اب ہوا یہ کہ اس مجمع کو دیکھ کر اردگرد کے لوگ دیکھا دیکھی آنے لگے۔ بچے بھی تماشا دیکھنے کے لئے جمع ہونے لگے۔ جب نماز کا وقت ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کا حکم دیا۔

چنانچہ جیسے اذان دی جاتی ہے، اذان دی گئی تو جو بچے یہاں جمع تھے، ان میں حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ ابھی اسلام نہیں لائے تھے۔ انہوں نے نقل اتارنا شروع کر دی۔ مؤذن جو اذان دے رہا ہے۔ ”اللہ اکبر، اللہ اکبر“ یہ بھی نقل اتار رہے ہیں۔ کھیل تماشا ہے، کوئی سجدگی نہیں۔ جب انہوں نے نقالی کی اور اذان ختم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس بچے کو پکڑ کے لاؤ۔

جب انہیں پکڑنے کے لئے گئے تو باقی سب بچے بھاگ گئے۔ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کھڑے رہے۔ وہ نہیں بھاگے۔ انہیں پکڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا، تم کیا کر رہے تھے؟ کہا، نقل اتار رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب بھی نقل اتارو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”اللہ اکبر، اللہ اکبر“ کہا۔ انہوں نے بھی ”اللہ اکبر، اللہ اکبر“ کہا۔ پھر جب ”اشہدان لا الہ الا اللہ“ کہا تو انہوں نے ”اشہدان لا الہ الا اللہ“ کہا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”اشہدان محمد رسول اللہ“ کہا۔ اس دوران ہوا یہ کہ وہ چونکہ مسلمان نہیں تھے، اس لئے ”اشہدان لا الہ الا اللہ“ آہستہ سے کہا اور ”اشہدان محمد رسول اللہ“ بھی آہستہ سے کہا۔ مشرکین مکہ الوہیت کے تو قائل تھے، لیکن اپنے طور پر اس میں شریک بھی ٹھہراتے تھے، البتہ رسالت اور نبوت کا قطعاً انکار کرتے تھے۔ جب حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”اشہدان محمد رسول اللہ“ کہلویا تو انہوں نے آہستہ سے وہی آواز میں یہ جملے کہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زور سے کہو۔ چنانچہ ”اشہدان محمد رسول اللہ“ زور سے کہا۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری اذان کہلوائی۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ نقل ہو رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے یہ کلمات کہلوا رہے ہیں۔ چنانچہ اس صحبت کا فیضان ایسا ہوا کہ جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات مکمل کرائے تو حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اب تو میں بھی آپ کے ساتھ ہوں، میں بھی اسلام لانا چاہتا ہوں۔ (سنن الدار قطنی: 1/310)

چنانچہ فقہاء میں اذان کے کلمات میں اختلاف ہے۔ شوافع کہتے ہیں کہ اذان میں شہادتین میں ترجیح ہے، ایک دفعہ ”اشہدان لا الہ الا اللہ“ آہستہ کہا جائے اور دوسری مرتبہ زور سے۔ ہمارے ہاں شہادتین چار مرتبہ ہے۔ ”اشہدان لا الہ الا اللہ، اشہدان لا الہ الا اللہ، اشہدان لا الہ الا اللہ، اشہدان لا الہ الا اللہ“ شوافع کے نزدیک آٹھ مرتبہ ہے۔ ایک مرتبہ آہستہ، ایک مرتبہ بلند آواز سے کہتے ہیں۔ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے اس طرح اذان دی۔ (البیان فی مذہب الامام الشافعی، کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان۔ 2/63)

میں صحبت کی بات کر رہا تھا۔ جب تک یہ صحبت نہیں ہوگی، اللہ والوں کے ساتھ بیٹھنا نہیں ہوگا تو عمل میں ترقی نہیں ہوگی۔ علم بہت ہے، بہت اچھا ہے۔ سارے جہان میں علم پھیلا پڑا ہے۔ اتنا علم ہے کہ لوگ بتاتے ہیں کہ اب انٹرنیٹ پر ایسے ایسے نظام موجود ہیں کہ ایک ایک لائبریری میں پانچ پانچ لاکھ کتابیں موجود ہیں۔ علم کم نہیں۔ علم بہت ہے۔ سارا مسئلہ عمل کا ہے۔ اس علم پر اگر عمل نہ ہو تو اس علم کا کیا فائدہ؟ ایک آدمی

۱۶

جانتا ہے کہ نماز فرض ہے۔ ایک آدمی جانتا ہے کہ روزہ فرض ہے۔ ایک آدمی جانتا ہے کہ زکوٰۃ فرض ہے۔ ایک آدمی جانتا ہے کہ حج فرض ہے۔ لیکن وہ اس پر عمل نہیں کرتا تو ایسے علم کا کوئی فائدہ نہیں، بلکہ یہ وبال ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ شیطان، جس کا نام عزرا زیل تھا، یہ فرشتوں کا استاد تھا۔ عن ابن عباس قال: كان ابليس قبل ان يركب المعصية من الملائكة..... وكان من اشد الملائكة اجتهاداً و اكثرهم علماً. (تفسیر ابن کثیر، سورہ کہف، آیت: 50)

لیکن اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے اس نے انکار کیا، تکبر کیا تو اس کے تکبر نے اس کا بیڑا غرق کر دیا، اسے برباد کر دیا..... تکبر عزرا زیل را خوار کرد۔

اصل بات یہ ہے کہ اللہ والوں کی محبت اختیار کریں۔ جتنی نیک محبتیں ہو سکتی ہیں، انہیں اختیار کریں۔ ایک مسجد کی محبت ہے۔ آدمی کچھ نہیں کر رہا، لیکن مسجد میں بیٹھا ہوا ہے، تو اس کے بھی مبارک اثرات ہیں۔

لباس کے بھی اثرات ہیں۔ اگر ہم یہود و نصاریٰ کا لباس پہنیں گے تو اس کے بھی اثرات ہیں۔ مسلمانوں والا لباس پہنیں گے تو اس کے الگ اثرات ہیں۔ مرد اگر عورتوں کا لباس پہنیں گے تو اس کے اثرات ہیں۔ عورتیں اگر مردوں کا لباس پہنیں گی تو اس کے اثرات ہیں۔ اسی طرح، محبت کے اپنے قوی اثرات ہیں۔

اس لئے ہمیں نیک محبت اختیار کرنی چاہئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سرور کائنات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اختیار کی اور یہ محبت اختیار کرنے کا نتیجہ یہ تھا کہ قیامت تک ان کے جیسا کوئی نہیں ہو سکتا۔ ایسا مقام اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا کہ اب ان کا مقابل نہیں بن سکتا۔ چنانچہ انہوں نے جو سیکھا اس پر عمل کیا۔ محبت کا اثر تھا کہ جو سیکھتے جاتے، اس پر عمل کرتے جاتے۔ ہم اچھی محبت اختیار کریں گے، بری محبت سے بچیں گے، خود بھی اس کا اہتمام کریں گے، اپنے گھروں میں بھی اس کا اہتمام کرائیں گے، اپنی اولاد سے بھی اس کا اہتمام کرائیں گے، تو اس کے مبارک اثرات مرتب ہوں گے۔

پہلے یہ ہوتا تھا کہ والد اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہاتھ پکڑ کر اللہ والوں سے ملاقات کراتے تھے۔ وہ ان کے سر پر ہاتھ رکھتے اور ان کے لئے دعا کرتے تھے۔ اس کا اثر ہوتا تھا اس کا فائدہ ہوتا تھا۔ آج یہ روایت ختم ہو گئی۔

پہلے گھروں میں تلاوت کا اہتمام تھا۔ عورتیں بھی تلاوت کر رہی ہیں، مرد بھی تلاوت کر رہے ہیں، بچے بھی تلاوت کر رہے ہیں۔ گھروں میں نماز کا اہتمام تھا۔ مرد جماعت کی نماز مسجد میں اور نوافل گھر میں جا کر پڑھتے تھے۔ عورتیں بھی دیکھ رہی ہیں، بچے بھی دیکھ رہے ہیں۔

گھروں میں اللہ کی رحمت تھی۔

شیاطین گھر میں داخل نہیں ہو سکتے تھے، آج گھروں میں شیاطین ہی شیاطین ہیں۔ تصویریں ہمارے گھروں میں ہیں، گانا بجانا ہمارے گھروں میں ہے، بلکہ اب تو مسجدوں کے اندر آ گیا ہے، مسلمان کلمہ گو ہے، مسجد کا تقدس بھی وہ سمجھتا ہے، لیکن موبائل جیب میں ہے اور اس میں طرح طرح کی موسیقیاں اور گانے لگائے ہوئے ہیں، حالانکہ فون سننے کے لئے، اطلاع کے لئے ضروری نہیں کہ میوزک لگایا جائے۔ اسی حالت میں مسجد میں آ گئے۔ اب مسجد میں جماعت کھڑی ہو گئی اور موبائل کی گھنٹی بجنا شروع ہو گئی۔ بہت سے دوست ان کو کہتے ہیں، لیکن ان کو اس کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ میری نماز، میرے برابر والوں کی نماز، مسجد کا تقدس سب برباد ہو گیا اور احساس ہی نہیں ہے۔ ہم نے بڑوں سے سنا کہ ہندوستان میں اگر کوئی ہندو مسجد کے سامنے گانا بجانا شروع کر دیتا تو لڑ پڑے کہ اس نے مسجد کی توہین کی ہے اور آج مسلمان اللہ کے گھر میں آ کر خود گانا بجا رہا ہے۔

یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں سمجھنے کی ہیں اور عمل کرنے کی ہیں۔ ہم اپنے گھروں کا ماحول صاف کریں۔ ہم جب تک اس کو ٹھیک نہیں کریں گے، ان شیاطین سے اپنے گھروں کو صاف نہیں کریں گے، اپنے بچے بچیوں کو نیک محبت فراہم نہیں کریں گے تو علم چاہے بنتا ہو جائے، آگاہی چاہے جتنی ہو جائے، فائدہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو

عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ●

فضیلتہ الشیخ ڈاکٹر جسٹس صلاح الدین بن محمد البدر

ترجمہ: شفقت الرحمن

خطبہ جمعہ مسجد نبویؐ خاوند اور بیوی کیلئے رہنما اصول

شیدائی صحابہ کرام پر دائمی رحمتیں اور سلامتی نازل فرمائے، جب تک آسمان چاند سے چمکتا رہے اور دھرتی پر مینہ برستا رہے۔

حمد و صلاۃ کے بعد: مسلمانو! تقویٰ الہی اختیار کرو، کیونکہ تقویٰ سب سے اعلیٰ نیکی ہے اور اسی سے شان بلند ہوتی ہے، فرمان الہی ہے: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے کما حقہ ڈرو، اور تمہیں موت آئے تو صرف اسلام کی حالت میں۔ (آل عمران 102)

مسلمانو! عقد نکاح خاوند اور بیوی کے حقوق کا بندھن ہے، جو کہ ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ اچھے سلیقے سے رہنے کا پابند کرتا ہے، کہ دوسرے کے حقوق ادا کرنے میں تاخیر مت کرے، حق دینے ہوئے کڑھن محسوس نہ کرے، اپنے جیون ساتھی کے لئے اخلاق اچھا بنائے، اس پر نرمی کرے نیز اس کی طرف سے ملنے والی تکلیف پر صبر کرے، فرمان باری تعالیٰ ہے: عورتوں کے بھی مناسب طور پر مردوں پر حقوق ہیں جیسا کہ مردوں کے عورتوں پر ہیں۔ (البقرہ 228)

حسن معاشرت اور اچھا فعل آکھوں کی خشک، دل کے سکون اور زندگی کو خوشگوار بنانے کا باعث ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے: اور ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔ (النساء: 19) یعنی مطلب یہ ہے کہ: ان کے ساتھ

پہلا خطبہ: فضیلتہ الشیخ ڈاکٹر جسٹس صلاح الدین بن محمد البدر حفظہ اللہ نے 13 جمادی الاول 1438ھ کا مسجد نبوی میں خطبہ جمعہ بعنوان ”خاوند اور بیوی کے لئے رہنما اصول“ ارشاد فرمایا جس میں انہوں نے نکاح کی اہمیت اجاگر کی اور اسے جہاں تک ممکن ہو قائم رکھنے کی ترغیب دلائی، انہوں نے کہا اگر خاوند کو ریختہ حیات کی کوئی بات بری لگے تو اس کی اچھائیاں دیکھ کر راضی ہو جائے، پھر خاوندوں کو کہا کہ: حق طلاق کا فلاح استعمال کرنا سراسر حرام ہے، طلاق دینے کے بعد کتنے ہی لوگ ہیں جو اپنے کئے پر پشیمان ہوتے ہیں، اس کے بعد انہوں نے خواتین سے کہا کہ: اپنے خاوندوں کا بھرپور خیال کریں وہ آپ کے لئے جنت یا جہنم ہے، بلاوجہ طلاق مت مانگیں، آخر میں انہوں نے کہا کہ بدچلن خاتون کو چھوڑ دینا ہی مناسب ہے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، اس کی گراں قدر رحمتیں بہت وسیع ہیں، اس کی انفرادی و اجتماعی متنوع نعمتیں ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کا فرمان ہے: جو شخص میری جانب ایک بالشت بوجھتا ہے، میں اس کی جانب ایک باغ (دونوں ہاتھوں کے دائیں بائیں پھیلاؤ کے برابر، یعنی چار ہاتھ) بوجھتا ہوں اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ کے فضائل بادلوں سے بلند، آپ کے دلائل تمام پہاڑ سے بھی وزنی، اور آپ کے شمائل چودھویں رات کے چاند سے بھی زیادہ روشن ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر، آپ کی اولاد پر آپ کے جلوے سے جلا لینے والے اور آپ کی سنتوں کے

مسکراہٹ اور خوش و خرم چہرے کے ساتھ زندگی گزارو، نیز ان کے واجب حقوق ادا کرو جیسے حق مہر، نان و نفقہ، باری تقسیم کرنا، اور ایسی بات نہ کرنا جس سے بیوی کو تکلیف ہو، بیوی سے منہ موڑ کر کسی اور کی جانب میلان نہ رکھو، بیوری نہ پڑھاؤ، اس کے سامنے آنے پر بلاوجہ ماتھے پر شکن نہ لاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مزید ادب سکھلائے ہوئے فرمایا: اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناگوار ہو مگر اللہ نے اس میں بہت بھلائی رکھ دی ہو۔ (النساء: 19) اس آیت کریمہ میں بیویوں کو اپنے عقد میں رکھنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب ہے چاہے خاوند کو بیوی کی کسی بات سے نفرت بھی ہو، کیونکہ دل میں کسی چیز کی نفرت اس چیز میں خیر کی یکسر نفی نہیں کرتی، اس لئے ایسا ممکن ہے کہ جو چیز دل کو نہ لہمائے، اسی میں دینی اور اخروی اعتبار سے بہتری ہو، اسی لئے کتنی ہی کمزور چیزیں اچھے نتائج کی حامل بن جاتی ہیں اور کتنی ہی دل کو لہمانے والی چیزیں نقصان کا باعث بنتی ہیں۔

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ خاوند کو بیوی کی کوئی ایک صفت اچھی نہیں لگتی، لیکن اسے اپنے عقد میں باقی رکھنے پر بہت ہی خیر ہوتی ہے، جس کا خاوند کو ادراک نہیں ہوتا، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ: ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بیوی

سے نیک اولاد عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ اس نیک اولاد میں بہت خیر فرمادے۔ مسلمانو! انسان کو کبھی کوئی ایسا محبوب نہیں ملے گا جس میں کوئی ناگوار چیز نہ ہو، اس لئے انسان کو اپنے محبوب کی ناگوار چیز پر صبر کرنا چاہئے، اور ایسا نادر ہی ہوتا ہے کہ اکٹھے رہنے والے دو افراد ایک دوسرے کی ساری عادات کو اچھا سمجھتے ہوں، بلکہ اکٹھے رہنے والے افراد میں سے ہر ایک دوسرے کی باتوں سے چشم پوشی کر کے ہی اکٹھے رہتا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مومن کسی مومنہ سے ناراضگی نہ رکھے، اگر اس کی کوئی بات ناگوار ہو تو اس کی اچھی عادات سے راضی ہو جائے۔ (مسلم) مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص بھی اپنی بیوی سے حد درجہ تک ناراض نہ ہو کہ وہ اسے چھوڑنے، طلاق دینے اور نکاح کا بندھن توڑنے تک پہنچا دے، اگر اس کی کوئی بات گھٹیا لگے تو اس کی اچھی عادتوں کو تلاش کر کے راضی ہو جائے۔

خاوند! اپنی بیویوں کے ساتھ بندھن قائم رکھو، بہت جلد لڑائی جھگڑے تک نہ پہنچا کرو! طلاق دے کر جدائی ڈالنے میں جلد بازی سے کام مت لو! بناوٹی نفرتیں اور بغض پالنے کے لئے مبالغہ آرائی سے کام مت لو!

کتنے ہی ایسے مرد ہیں جنہیں غصہ اور طیش آیا اور پاگل پن کا اسیر بن کر جلد بازی میں طلاق دے دی، پھر بعد میں پشیمان ہو کر رجوع کے راستے ڈھونڈنے لگا، لیکن رجوع کا وقت نکل چکا تھا، اب اس کے لئے واپسی ممکن نہیں رہی۔

ایمان والی بیوی! ایسی نہ ہو جو سب کچھ ہڑپ کر کے بھی خوب مذمت کرے، چیخے چلائے، غصے میں رہے، اپنے خاوند کی کسی بات کو نہ مانے اور اس کی ڈالی ہوئی قسم پوری نہ کرے، اپنے خاوند کا بھرپور خیال کرو، اس کی محبت میں گہری رہو، ضرورت پڑنے پر اس کی مدد کرو، جب بھی بلائے اور آواز لگائے تو فوری جواب دو، اس کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھو، ہمیشہ اس کی اچھائی بیان کرو، اس کے ساتھ بلد سلوکی مت کرو، جب وہ شدید غصے میں ہو تو جھگڑا مت کرو اور جب وہ بہت ہی غضب میں ہو تو اس کے سامنے زبان درازی مت کرو۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے عاتل بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہیں کون سی خواتین زیادہ پسند ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ جو ہماری چاہت کو اپنی چاہت سمجھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا کہ کون سی خواتین اچھی نہیں ہوتیں؟ تو انہوں نے کہا کہ جو ہماری خوشی کو اپنی خوشی نہ سمجھے۔ اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ جلد بازی میں کہہ گئے ہوا تو

ایمان والی بیوی! ایسی نہ ہو جو سب کچھ ہڑپ کر کے بھی خوب مذمت کرے، چیخے چلائے، غصے میں رہے، اپنے خاوند کی کسی بات کو نہ مانے اور اس کی ڈالی ہوئی قسم پوری نہ کرے، اپنے خاوند کا بھرپور خیال کرو، اس کی محبت میں گہری رہو، ضرورت پڑنے پر اس کی مدد کرو، جب بھی بلائے اور آواز لگائے تو فوری جواب دو، اس کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھو، ہمیشہ اس کی اچھائی بیان کرو، اس کے ساتھ بلد سلوکی مت کرو، جب وہ شدید غصے میں ہو تو جھگڑا مت کرو اور جب وہ بہت ہی غضب میں ہو تو اس کے سامنے زبان درازی مت کرو۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے عاتل بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہیں کون سی خواتین زیادہ پسند ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ جو ہماری چاہت کو اپنی چاہت سمجھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا کہ کون سی خواتین اچھی نہیں ہوتیں؟ تو انہوں نے کہا کہ جو ہماری خوشی کو اپنی خوشی نہ سمجھے۔ اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ جلد بازی میں کہہ گئے ہوا تو

عقیل بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کہنے لگے:
لیکن ہے یہی برانصاف۔

ابوایوب صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
تمہاری بہترین خواتین وہ ہیں جو محبت
کرنے والی ہوں، بچے جننے والی ہوں،
تمہاری اطاعت کے ساتھ نمسکساری بھی
کریں اور اللہ تعالیٰ سے ڈریں۔ تمہاری
بدترین خواتین وہ ہیں جو بے پردہ پھریں،
اپنے آپ پر نازاں رہیں، یہ منافق ہیں،
ان میں سے جنت میں صرف اتنی ہی
جائیں گی جتنے اعصم (یعنی سفید) کتے
ہیں۔ (بیہقی) اعصم کتا اسے کہتے ہیں
جس کے پر اور پاؤں دونوں سفید ہوں،
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس بات کی
طرف ہے کہ ان کی انتہائی معمولی تعداد
جنت میں جائے گی، کیونکہ کتوں کی یہ قسم
بہت ہی نادر ہے۔

حمین بن حصن اپنی چھوٹی سے
بیان کرتے ہیں کہ: وہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ان کے آنے کا مقصد پورا
کرنے کے بعد ان سے فرمایا: کیا آپ
شادی شدہ ہو؟ تو انہوں نے کہا: جی ہاں!
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے
خاوند کے لئے کیسی ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ
میں کسی قسم کی کمی نہیں کرتی، الا کہ میری
استطاعت سے باہر ہو تو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: خیال کرنا کہ تمہارا خاوند
کے ہاں کیا مقام ہے: کیونکہ وہ تمہارے
لئے جنت بھی ہے اور جہنم بھی۔ (نسائی)
اگر زندگی خوشحال گزر رہی ہو،
اخلاقیات سے بھرپور ہو، کسی قسم کی نفرت
اور بغض نہ ہو تو بیوی پر طلاق طلب کرنا یا
خلع لینا علمائے کرام کے صحیح ترین موقف
کے مطابق حرام ہے۔

ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بھی
خاتون اپنے خاوند سے بلاوجہ طلاق مانگے
تو اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔ اسے
ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
خلع لینے والیاں اور (عقد نکاح سے) باہر
نکلنے والیاں منافق ہیں۔ اسے طبرانی نے
روایت کیا ہے۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس
سے معلوم ہوتا ہے کہ بلاوجہ خلع طلب کرنا
حرام ہے اور ویسے بھی اس سے خاوند اور
بیوی دونوں کا نقصان ہوتا ہے، اور نکاح
سے حاصل ہونے والے فوائد بلاوجہ ضائع
ہوتے ہیں، اس لئے بلاوجہ خلع طلب کرنا
حرام ہے۔

آپس میں ناراض خاوند اور بیوی
کے درمیان صلح کروانا مستحب ہے، ابن
عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: بریرہ رضی

اللہ عنہما کا خاوند غلام تھا، جنہیں مغیث رضی
اللہ عنہ کہتے تھے، مجھے اب بھی ایسے لگتا ہے
کہ وہ ان کے پیچھے اٹک بہاتے پھرتے
رہے ہیں اور ان کی داڑھی پر آنسو بہہ
رہے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس
رضی اللہ عنہ سے فرمایا: عباس! کیا تمہیں
مغیث کی بریرہ سے محبت اور بریرہ کی
مغیث سے نفرت پر تعجب نہیں ہوتا؟ پھر
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ سے فرمایا:
مناسب ہے کہ تم مغیث سے رجوع کر لو!
تو بریرہ نے کہا: اللہ کے رسول! آپ مجھے
حکم دے رہے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا: میں صرف سفارش کر رہا
ہوں، تو اس پر بریرہ نے کہا: تو مجھے اس کی
کوئی ضرورت نہیں۔ (بخاری)

ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس میں
اس بات کی دلیل بھی ہے کہ جب عورت
خاوند کو پسند نہ کرے تو ولی خاوند کے ساتھ
رہنے پر مجبور نہیں کر سکتا اور اگر عورت اپنے
خاوند کو پسند کرے تو ولی ان میں جدائی نہیں
ڈلوا سکتا۔

اللہ تعالیٰ کتاب و سنت کے ذریعے
ہمیں فوائد عنایت فرمائے، کتاب و سنت
کی آیتوں، نشانیوں، وعظ اور حکمتوں سے
مستفید فرمائے، میں اللہ تعالیٰ سے بخشش
چاہتا ہوں، تم بھی اسی سے بخشش مانگو،
پیشک میرا پروردگار نہایت رحم اور محبت
کرنے والا ہے۔

ہم قسم کی حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، وہ ہدایت کے طلب گاروں کو ہدایت اور پناہ چاہنے والوں کو پناہ دیتا ہے، وہ اپنی رضا کے متلاشیان کے لئے کافی ہے، انہما درجے کی تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں، اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اللہ تعالیٰ آپ پر، آپ کی آل، اور صحابہ کرام سمیت آپ کے راستے پر چلنے والے تمام لوگوں پر رحمتیں نازل فرمائے۔

حرم و صلاۃ کے بعد: مسلمانو! تقویٰ الہی اختیار کرو، اور اسے اپنا نگہبان جانو، اسی کی اطاعت کرو، اور نافرمانی مت کرو، فرمان الہی ہے، اے ایمان والو! تقویٰ الہی اختیار کرو، اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔ (التوبہ: 119)

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے طلاق اور خاوند بیوی کا بندھن کھولنے کا اختیار مرد کو دیا، نیز مرد کے لئے اپنے اختیارات کا غلط استعمال بھی حرام قرار دیا کہ خاوند طلاق دینے کا اختیار بیوی کے استحصال کے لئے استعمال کرے، بیوی کو دھمکیاں دے اور حق طلاق کو بیوی کے لئے لٹکتی ہوئی تلوار بنائے رکھے، اور بیوی کو ہر وقت مقہور

بنائے، ڈرائے دھمکائے اور ذلیل کرے، فرمان باری تعالیٰ ہے: بھلے طریقے سے انہیں رکھو یا اچھے طریقے سے چھوڑ دو۔ (البقرہ: 229) سدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ بیوی کو پورا حق دے، اسے تکلیف نہ دے، اسے برا بھلا نہ کہے۔

جو خاوند اپنی بیوی پر ظلم کرے، اسے گزند پہنچائے، مارے، تنگ کرے، اس کے نان و نفقہ اور باری کے حقوق نہ دے، یا اسی طرح کے دیگر ہتھکنڈے اپنائے تاکہ بیوی تنگ آ کر خلع مانگ لے اور حق مہر واپس کر دے، تو ایسی صورت میں ہونے والا خلع باطل ہے اور خاوند کو واپس ملنے والا حق مہر واپس عورت کو دیا جائے گا، فرمان باری تعالیٰ ہے: تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن بیٹھو۔ اور نہ ہی انہیں اس لئے روکے رکھو کہ جو مال (حق مہر وغیرہ) تم انہیں دے چکے ہو، اس کا کچھ حصہ واپس لے لو۔ (النساء: 19)

اور اگر بیوی بے حیائی کر بیٹھے، پھر خاوند کے تنگ کرنے پر بیوی خلع لے لے تو خلع صحیح ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، اور نہ ہی انہیں اس لئے روکے رکھو کہ جو مال (حق مہر وغیرہ) تم انہیں دے چکے ہو، اس کا کچھ حصہ واپس لے لو، الا یہ کہ وہ مرتجع بدچلتی کا ارتکاب

کریں۔ (النساء: 19)

غیر پاکدامن عورت کو اپنے عقد میں رکھنا ہی نہیں چاہئے، کیونکہ یہ خاوند کی دینداری، اخلاق، شہرت اور عزت میں کمی کا باعث ہوگا، اور نہ ہی ایسی عورت چار دیواری کی حفاظت کر سکتی ہے، ممکن ہے کہ کسی اور کا نطفہ خاوند کے نام لگا دے اور جو عورت اللہ تعالیٰ کے واجب حقوق مثلاً نماز وغیرہ کا خیال نہیں رکھتی اور نہ ہی نصیحت قبول کرتی ہے تو اسے طلاق دینا ہی اچھا ہے۔

مسلمانو! کچھ مرد ایسے ہوتے ہیں جن کی زبان پر طلاق کا لفظ بہت زیادہ آتا ہے، عام گفتگو میں بھی طلاق کا لفظ بولنا اس کی عادت ہوتی ہے چاہے کوئی چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا، معمولی ہو یا غیر معمولی، تھوڑی سی بات ہو یا زیادہ اس کی زبان پر طلاق کا لفظ ہی ہوتا ہے، اسی طرح یہ بھی بہت مذموم عادت ہے کہ ہر وقت طلاق دینے کی قسم ڈالتا رہے اور کہے:

میں طلاق دے دوں گا اگر تم فلاں سے بات نہ کرو!
میں طلاق دے دوں گا اگر میں فلاں کا کھانا نہ کھاؤں!
میں طلاق دے دوں گا اگر تم فلاں کے ساتھ سفر نہ کرو!
میں طلاق دے دوں گا اگر میری بیوی فلاں کے گھر میں داخل نہ ہو!

یا اپنے مہمان کو کہے: میں طلاق دے دوں گا اگر تم میرے پاس آج دوپہر یا نکل رات کا کھانا نہ کھاؤ!

اس کا مقصد طلاق دینا نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ اپنی بیوی کو چھوڑنا چاہتا ہے، لیکن وہ ان الفاظ کو بطور قسم استعمال کرتا ہے، اور کسی کام پر ترغیب، کسی کام سے روکنا یا کسی پر کوئی کام لازم کرنا مقصود ہوتا ہے، ایسے الفاظ کا استعمال حرام ہے، یہ مجرمانہ فعل ہے، اس سے عائلی زندگی کی بے قدری سمجھتی ہے، وہ بیوی اور بچوں کے حقوق کی اہمیت سے نابلد ہے، وہ طلاق کے الفاظ اور احکامات سے کھلواڑ کر رہا ہے، اس لئے خاوند کی ذمہ داری ہے کہ اپنی زبان پر طلاق کا لفظ بھی نہ لائے اور طلاق کی دھمکی یا طلاق کے اشارے کنائے سے بھی دور رہے۔

ابن العربی رحمہ اللہ احکام القرآن میں کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی آیات کو کھیل تماشا بنانے سے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو اپنی بیوی کو کہتا ہے کہ تمہیں سو دفعہ طلاق، تو انہوں نے کہا کہ تمہیں اس میں سے تین ہی کافی ہیں، باقی ستانوے کے ذریعے تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو کھیل تماشا بنا دیا۔

مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو کھیل تماشا مت بناؤ، اللہ

تعالیٰ کی حدوں سے تجاوز مت کرو، اللہ تعالیٰ کی حدوں سے تجاوز کرنے والا اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی حدوں سے تجاوز کرنے والے ہی ظالم ہیں۔

احمد الہادی، شفیع الوری، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بار بار درود و سلام بھیجو، (جس نے ایک بار درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا)۔

یا اللہ! اپنے بندے اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام نازل فرما، یا اللہ! تمام اہل بیت، صحابہ کرام اور ان کے ساتھ ساتھ ہم سے بھی راضی ہو جا، یا کریم یا وہاب!

یا اللہ! ہمارے حکمران خادم حرمین شریفین کو تیرے پسندیدہ اور تیری رضا کا باعث بننے والے کام کرنے کی توفیق عطا فرما، اور نیکی و تقویٰ کے کاموں کے لئے ان کی رہنمائی فرما، یا اللہ! تمام مسلم حکمرانوں کو تیری شریعت اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! ہمیں وافر رزق عطا فرما، کسی کو ہم پر پھبتی نہ کئے دے، ہم پر کسی ظالم کو غالب نہ فرما۔

یا اللہ! تمام مریضوں کو شفا یا پ فرما، مصیبت زدہ لوگوں کو عافیت عطا فرما، فوت شدگان پر رحم فرما، قیدیوں کو رہائی نصیب فرما، اور ہم پر زیادتی کرنے

والوں کے خلاف ہمیں کامیابیاں عطا فرما، یا رب العالمین!

یا اللہ! ہمیں اپنی ملاقات کے لئے پاک صاف فرما دے، یا اللہ! ہمیں تیرے فیصلوں پر رضامندی عطا فرما، تیری عنایتوں پر ہمیں قناعت عطا فرما، اپنی طرف سے حلال عطا کر کے حرام سے آزاد فرما دے، اپنا فضل دے کر تیرے سوا تمام لوگوں سے بے نیاز کر دے۔ اے بہت زیادہ معاف کرنے والے! اے بہت زیادہ معاف کرنے والے! اے وسیع بخشش والے! اے وسیع بخشش والے! اے قریب رحمت والے! اے قریب رحمت والے! ہمیں معاف فرما دے، ہمیں معاف فرما دے، ہمیں معاف فرما دے، تقویٰ سے ہمیں خوشحال کر دے، اور ہمیں ایسا متقی بنا دے گویا کہ ہم تجھے دیکھ رہے ہیں۔

یا اللہ! ہمیں بارش عطا فرما، یا اللہ! ہمیں بارش عطا فرما، یا اللہ! ہمیں بارش عطا فرمایا۔

یا اللہ! ہمیں بارش عطا فرما، اور ہمیں مایوس لوگوں میں شامل مت فرما۔

یا اللہ! ہماری دعاؤں کو قبول فرما، یا اللہ! ہماری دعاؤں کو اپنی بارگاہ میں ہلکے فرما، ہماری آخری دعوت بھی یہی ہے کہ تمام تعریفیں رب العالمین کے لئے ہیں۔

محمد مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی
مفتی دارالافتاء، جامعۃ الصالحات، کلکتہ

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں کوئی بات

اتر جائے ترے دل میں میری بات۔“

اس وقت صورتحال یہ ہے کہ حکومت مسلم خواتین کی سپیابن کر سامنے آ رہی ہے، اب تک صدیوں سے سو رہی تھی، ان کو مسلم عورت کی دکھ درد کا احساس کبھی نہیں ہوا، نہ جانے اچانک کیوں یاد آیا؟ مجھے تو یقین نہیں آ رہا ہے کہ حکومت جو بول رہی ہے، یا آواہ بیداری کی حالت میں بول رہی ہے، یا کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہی ہے، میرا گمان یہ ہے کہ حکومت خواب دیکھ رہی ہے، کیونکہ مسلم خواتین پر بہت دنوں سے ظلم دیکھتے دیکھتے، ان میں انسانیت جاگ اٹھی، ہمدردی و انصاف کی چمچی چنگاری اوپر آ گئی، اور بھولے سے بے خیالی میں مسلم عورت کے وقار، اس کے مساوات اور عدل و انصاف اور بہت دنوں سے ہوتے ہوئے ظلم کو دور کرنے کی باتیں کرنے لگی ہے، مسلم خواتین کے دے بے کچلے حقوق کو زندہ

بڑے لوگوں کی بڑی بات ہے، ہم چھوٹے لوگ کیا بول سکتے ہیں، اگر ب کشتائی کریں تو چھوٹا منہ بڑی بات ہوگی، لیکن چونکہ ہمارا ہندوستان ایک سیکولر ملک ہے، یہاں بولنے کی آزادی ہے، بلکہ آزادی کے ساتھ آزادی رائے کا بھی حق ہے، جب ہی تو حکومت اس دفعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں کے مذہبی امور میں بڑی آزادی اور دلا زاری کے ساتھ مداخلت کرنے کی جرأت کرتی ہے، بلکہ موجودہ حکومت ہند مداخلت کو اپنا حق اور فریضہ بتلاتی ہے۔ میں ایک ہندوستانی شہری ہونے کی حیثیت سے آزادی رائے کی دفعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حکومت ہند کی خدمت میں کچھ گزارشات، کچھ دکھ درد کا اظہار، کچھ ماں اور بہنوں کی طرف سے اپیلیں اور کچھ بھولے ہوئے اسباق کو یاد دلانے کی جرأت کر رہا ہوں۔“ شاید کہ

کرنے، ان کے ساتھ امتیازی سلوک اور صنفی امتیاز پر روک تھام کی آواز بلند کر کے ہمدردی کا اظہار کرنے لگی ہے، بڑی خوش آئند بات ہے کہ کم سے کم حکومت مظلوم مسلم خواتین کے اوپر ہوئے مظالم دور کرنے کا خواب تو دیکھنے لگی ہے اور اس کی گردان تو شروع کر دی ہے، آئندہ ہو سکتا ہے یہ خواب شرمندہ تعبیر ہو جائے۔ میں حکومت کی رائے سے سو فیصد متفق ہوں کہ مسلم خواتین پر بہت ظلم ہو چکا ہے، ظلم دور ہونا چاہئے، حکومت نے اچھے دن کا وعدہ کیا ہے، وہ وعدہ پورا ہونا چاہئے اور مسلم خواتین کے لئے اچھے دن آنے چاہئیں، اچھے اب نہیں آئیں گے تو کب آئیں گے؟ لیکن مجھے مسلم خواتین کے لئے اچھے دن لانے اور ان سے ظلم نا انصافی کو دور کرنے اور ان کے وقار کو بروئے کار لانے کے طریقہ کار سے اختلاف ہے، حکومت کے گمان میں طلاق عیاشیہ کے قانون کو منسوخ کرنے اور تعداد ازدواج پر پابندی عائد کرنے سے مسلم خواتین کو انصاف مل جائے گا، ان کے ساتھ ہمدردی کا حق ادا ہو جائے گا، بلکہ کچھلی کوتاہیوں کا کفارہ ادا ہو جائے گا، نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ حقیقت کے پردہ میں حکومت یہ کہنا چاہتی ہے کہ مسلم خواتین کو انصاف دلانے کے بجائے ان کے ساتھ ظلم و زیادتی میں جو کمی رہ گئی ہے، اس کو پورا کیا جائے، ان کے ساتھ ہمدردی کے

بجائے بدخواہی بلکہ بیدردی کے ساتھ ان کے نسوانی جذبات اور حقوق کا قتل کیا جائے اور کھجلی کوتاہیوں کا کفارہ کے بجائے ان کے ساتھ بدسلوکی، ان کی عزت و ناموس کو پامال کرانے اور ان کی جانوں کو لینے میں جو لگمی رہ گئی ہے اس کا تدارک کیا جائے، جیسا کہ واقعات و شواہد اور حکومت کے رویہ سے عیاں ہے۔

خور و گلر کا مقام ہے کہ اگر درخت پانی کی پیاس کی وجہ سے سوکھ رہا ہو تو اس کے پتوں اور شاخوں پر پانی ڈالنے سے اس کی پیاس بجھے گی یا جز میں پانی ڈالنے سے؟ پیاسے آدی کی پیاس پانی پلانے سے بجھے گی یا اس کے سر پر پانی ڈالنے سے؟ ایک دانہ بیجا کا جواب یہ ہوگا کہ درخت کے جز میں پانی ڈالنے سے درخت کی پیاس بجھے گی، اور پیاسے آدی کو پانی پلانے سے اس کی پیاس بجھے گی، لیکن مرکزی حکومت کا جواب یہ ہے کہ درخت کے پتوں اور شاخوں پر پانی ڈالنے سے پیاس بجھے گی، یہیں تک بس نہیں، بلکہ حکومت کو اپنے اس جواب پر اصرار بھی ہے، ایسا لگتا ہے کہ کسی شاعر نے ایسے ہی موقع سے کہا ہے:

الٹے ہی چال چلتے ہیں دیوان گان عشق
آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لئے
حکومت عورتوں پر ہونے والے
مظالم کو دور کرنا چاہتی ہیں اور اس کے وقار کو
بھال کرنا چاہتی ہے تو ظلم کے سرچشمے کو بند

کرنے سے ظلم دور ہوگا اور ان کے وقار کو مجروح کرنے والے اسباب پر پابندی عائد کرنے سے ان کا وقار بحال ہوگا نہ طلاق مٹلاش کی منسوخی کی قانون سازی سے، طلاق مٹلاش بند دروازہ نہیں ہے کہ جس کے بعد عورت کے لئے جینے کا کوئی راستہ باقی نہیں رہے، بلکہ یہ ایک کھلا دروازہ ہے، یعنی ایک دروازہ بند ہوتا ہے تو اس کے لئے دوسرا دروازہ کھلتا ہے، جہاں جا کر وہ اپنی راحت و سکون کی زندگی کا سامان حاصل کر سکتی ہے، طلاق مٹلاش تو ظلم کا نتیجہ ہے، نتیجہ پر پابندی عائد کرنے سے یا اس کو معدوم و منسوخ کرنے سے ظلم دور نہیں ہوگا اور انہی عورتوں کو انصاف و سکون ملے گا، دیکھنا پڑے گا کہ لوگ طلاق مٹلاش دیتے کیوں ہیں، اس کے اسباب کیا ہیں؟ ان اسباب کو ڈھونڈ نکالنا پڑے گا اور اس پر بندش لگانے سے خود بخود طلاق مٹلاش کا دروازہ بند ہو جائے گا یا کم سے کم اس میں کمی تو ضرور آئے گی۔

طلاق مٹلاش کو منسوخ کر کے عورتوں کے لئے ظلم کے دوسرے دروازے کو کھولنا لازم آئے گا، زخم پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہوگا، اور ان کے اوپر ہونے والے ظلموں میں ایک ظلم کا مزید اضافہ ہوگا، جس کی وجہ سے خودکشی کے واقعات بڑھیں گے، بے حیائی و فحاشی اور بدکاری کا بازار مزید گرم ہوگا، معاشرہ پر اگندہ سے پر اگندہ ہوتا چلا جائے گا، میاں بیوی کے درمیان

نفرت کی خلیج بڑھے گی اور بغیر نکاح کی زندگی گزارنے کے رجحانات کو تقویت ملے گی۔ اس لئے طلاق مٹلاش کو منسوخ کرنے کے بجائے اس کے اسباب کو ڈھونڈ نکالنے کی کوشش کی جائے اور ان پر پابندی عائد ہو اور طلاق مٹلاش دینے والے کی تادیب پر غور و فکر ہو، اس مقصد کے لئے حکومت کو چاہئے کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے ذمہ داران کو مدعو کرے، اور حکومت اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے نمائندے ایک میز پر آئیں، دونوں آپس میں ذمہ داریاں تقسیم کریں۔

1- حکومت کی ذمہ داری یہ ہے کہ سب سے پہلے شراب نوشی، شراب پیینے اور بنانے پر پابندی عائد کرے، اسی طرح دیگر نشہ آور اشیاء کی تیاری، خرید و فروخت اور استعمال پر روک لگائے۔

2- طلاق کی ایک وجہ معاشی بد حالی ہے، مسلمانوں کی معاشی پس ماندگی کو دور کرنے کے لئے حکومت کے پاس پہلے سے کوئی لائحہ عمل تیار ہو تو اس کا اعلان کرے، اور اگر تیار نہیں ہو تو تیار کرے اور لوگوں کے سامنے لائے۔

3- سرکاری وقف بورڈ کی طرف سے نکاح پڑھانے کے لئے مقرر کردہ قاضیوں کو ہدایت دے کہ وہ تین طلاقیں دلا کر تین طلاق کی سرٹیفکٹ جاری نہ کریں، معلوم ہوا کہ بعض قضاة بڑی رقیب لے کر تین طلاق کی سرٹیفکٹ جاری کرتے ہیں،

ان کے خلاف کارروائی ہونی چاہئے، یہ سرکاری قاضی عام طور پر نسل ہوتے ہیں، طلاق کے مسائل سے جاہل ہوتے ہیں، ان کے لئے تربیت قضا کو لازم قرار دیا جائے۔

4- بسا اوقات ہمارے مسلم وکلاء بھی

گڑبڑ کرتے رہتے ہیں، ان کے پاس جب

مسلم مرد طلاق نامہ کے لئے جاتے ہیں، تو

وہ تیر طلاق کا ہی طلاق نامہ بنا دیتے ہیں،

آنے والا مسلمان مرد جاہل ہوتا ہے، وہ

سمجھتا ہے کہ وکیل پڑھا لکھا ہے، شاید تین

طلاق سے کم طلاق میں بیوی مجھ سے جدا

نہیں ہوگی، اور وکلاء بھی جاہل ہوتے ہیں یا

جان بوجھ کر ایسا کرتے ہیں، لہذا انہیں

ہدایت دی جائے کہ طلاق دینے کے ارادے

سے آنے والے مسلمان مرد کے لئے طلاق

نامہ میں ایک ہی طلاق دلوائے، اور ایک ہی

طلاق کا طلاق نامہ بنائے، اس کی زبان سے

کہلوائے اور دستخط لے، اس کے خلاف کوئی

وکیل کرے تو اس کی سرزنش ہو۔

5- تین طلاق کو قانونی طور پر منسوخ

کرنے کے بجائے بلاوجہ تین طلاق دینے

والے پر جرمانہ عائد کرنے کی قانون سازی

ہو، طلاق ثلاثہ کو منسوخ کرنا کوئی انصاف کی

بات نہیں ہوگی، نہ ہی اس سے اصلاح

ہوگی، یہ ایسے ہوگا کہ بیٹا جرم کرے سزا باپ

پائے، خادم جرم کرے سزا مالک پائے،

دین کے ماننے والے غلطی کریں اور بدنام

دین ہو، خطا کار کو سزا دینے کے بجائے دین

کو سزا دی جائے کہ اسے منسوخ کر دیا

جائے یہ کہتے ہوتے کہ دین اسلام ماڈرن

دور میں قابل عمل نہیں رہا، یہ ایسے ہوا کہ کوئی

فحش دن کے اجالے میں اپنی آنکھ بند

کر لے اور کہے کہ سورج کو گن گن گیا، اس

لئے تاریکی ہی تاریکی ہے اور نظر نہیں آ رہا

ہے، سوچنے کا مقام ہے کہ اس میں سورج کی

غلطی کیا ہے، غلطی آنکھ بند کرنے والے کی

ہے، ٹھیک اسی طرح کوئی شخص دین اسلام

کے بتائے ہوئے ہدایات و تعلیمات پر عمل نہ

کرے تو اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ دین

اسلام سچا دین نہیں ہے، اس کی تعلیمات

ناقص ہیں، اس لئے اس کے فلاں حکم کو

منسوخ کر دیا جائے، انصاف کی بات یہ ہے

کہ جس نے جرم کیا ہے اس کو سزا دی جائے،

یا اس کی سزا کے تعلق سے قانون سازی کی

جائے، تاکہ وہ اس طرح دوبارہ غلطی نہ

کرے، نہ کہ دین اسلام کو سزا ملے، غور کیا

جائے کہ اگر کوئی ہندوستانی شہری ملک کے

قانون کی خلاف ورزی کرے تو خلاف

ورزی کرنے والے کو سزا دی جائے گی یا اس

قانون ہی کو منسوخ کر دیا جائے گا؟

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی ذمہ

داری بنتی ہے کہ وہ دیگر مسلم تنظیموں اور

تحریکات کے ساتھ مل کر پورے ملک میں

اصلاح معاشرہ پروگرام کو ترتیب دے اور مسلم

پرسنل لا شعور بیداری کی ہم شروع کرے، اس

میں خاص طور پر طلاق کی شاعت و فساد

پر توجہ طلاق اور طلاق ثلاثہ کے برے انجام

سے لوگوں کو آگاہ کرے۔ □□

ضروری اعلان

محترم قارئین کرام!

جن لوگوں کو دفتر کی جانب سے بتایا جاتا ہے کہ خطوط روانہ کئے گئے ہیں، ان سے

گزارش ہے کہ جلد از جلد بتایا رقم ادا فرمادیں، اس وقت ادارے کو رقم کی سخت ضرورت

ہے نیز اگر رسالہ جاری رکھنے کا ارادہ نہ ہو، مطلع کر دیں تاکہ ادارے کا مزید نقصان نہ ہو۔

جو حضرات دفتر سے معلومات حاصل کرنا چاہتے ہوں وہ ۱۲ بجے سے شا

۱۵ بجے تک فون پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ جمعہ کے دن دفتر بند رہتا ہے۔

دفتر کھلنے کا وقت ۱۲ بجے سے ۱۵ بجے تک ہے، دیگر اوقات میں فون نہ کریں۔

رابطہ کیلئے: Mobile : 9415911511

غنا کاراز - قناعت

افلح من اسلم، ووزق كفافاً و قنعه
الله بما آتاه۔

ترجمہ: ”وہ شخص کامیاب ہے جسے
اسلام کی دولت نصیب ہوئی اور اسے ضرورت
کے مطابق روزی مل رہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے
اسے اس پر قناعت نصیب کی ہے۔“

دوسری روایت میں فرمایا: ”وہی لمن
هدى الى الاسلام، و كسان همیشه
كفافاً و قنع۔“

ترجمہ: ”خوشخبری ہو ایسے شخص کے
لئے جسے اسلام کی دولت نصیب ہوئی اور اس
کی روزی بقدر ضرورت تھی اور وہ اس پر
قناعت کرنے والا تھا۔“

حقیقت میں غنا اور مال داری مال کی
کثرت کا نام نہیں۔ بلکہ مال داری تودل کے
غنا کا نام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

ارشاد ہے: کیس الغنی عن کثرة
العرض، و لكن الغنی غنی النفس۔

ترجمہ: مال کی کثرت کا نام غنا نہیں، غنا
تودل کے غنا کا نام ہے۔“

قناعت کی صفت حاصل کرنے کا ایک
طریقہ اسلام نے یہ بتایا ہے کہ انسان اپنے
سے اوپر والے کو دیکھنے کے بجائے اپنے سے
نیچے والے کو دیکھے جو اس سے مال و متاع
میں کم ہو۔ اس سے اللہ کی نعمت کی قدر ہوگی
اور بے جالال اور حرص سے بچا رہے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:
”انظروا الی من هو اسفل منکم، و

انسان بھی ایسے شخص سے محبت کرتے ہیں۔
ایک شخص نے جناب نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ مجھے ایک ایسا
عمل بتائیں جس سے مجھ سے اللہ بھی راضی
ہو اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔ آپ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”أزهد فی الدنیا
یحبك الله، ازهد فیما عند الناس
یحبك الناس۔“

ترجمہ: ”تو دنیا سے بے رغبت ہو جا۔ اللہ
تجھ سے محبت کریں گے اور انسانوں سے بے
غرض ہو جا تو انسان تجھ سے محبت کریں گے۔“
ظاہر ہے کہ جب انسان دنیا کی لالچ
میں نہیں پڑے گا تو بہت سے گناہوں سے بچ
جائے گا، جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنتے
ہیں اور جب دوسروں سے کوئی غرض اور لالچ
نہ ہوگی تو لوگ بھی اس سے محبت کریں گے۔
جب کہ خود غرض اور لالچی انسان کو کوئی بھی
پسند نہیں کرتا۔

قناعت والی زندگی کے بارے میں نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ”قد

جن صفات سے ایک انسان کی زندگی
خوشگوار اور پرسکون بنتی ہے۔ اُن میں ایک
قناعت کی صفت ہے، اور قناعت کے معنی یہ
ہے کہ: جو نعمت انسان کے نصیب اور حصہ
میں آئے اُس پر وہ راضی رہے۔ یعنی انسانی
ضروریات جائز ذرائع سے جتنی جس شخص کو
مل رہی ہیں۔ اُن پر راضی رہے اور اس سے
زیادہ حرص اور لالچ نہ کرے۔

جس شخص کو قناعت کی یہ صفت نصیب
ہوئی اُسے بڑی نعمت نصیب ہوگئی۔ جس سے
وہ اپنی زندگی میں سکون اور راحت محسوس
کرے گا اور اُن تمام مشکلات اور پریشانیوں
سے بچ جائے گا جو حرص اور لالچ کے نتیجے میں
انسان کو لاحق ہوتی ہیں۔ کیونکہ وہ زیادہ مال و
متاع کی لالچ میں یا تو ناچاز ذرائع استعمال
کرے گا۔ جیسے چوری، ڈاکہ اور رشوت
وغیرہ یا جائز ذرائع میں طاقت سے زیادہ
محنت کرے گا اور جسمانی نقصان اٹھائے گا۔

قناعت ایک ایسی صفت ہے جس سے
اللہ تعالیٰ کی بھی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور

لا تَنظُرُوا إِلَىٰ مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ، فَهُوَ
أَجْدَرُ أَنْ لَا تَزِدَّوْا نِعْمَةَ اللَّهِ
عَلَيْكُمْ۔

ترجمہ: ”جو تم سے مال و اسباب میں کم
ہو اس کی طرف دیکھو اور جو تم سے مال و
اسباب میں زیادہ ہو اس کی طرف مت
دیکھو۔ اس طرح کرنے سے تم اس نعمت کو حقیر
نہ جانو گے جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کی ہے۔“

ایک دوسری روایت میں الفاظ اس
طرح لائے ہیں: ”إِذَا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إِلَىٰ
مَنْ فَضَّلَ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخَلْقِ
فِيَنظُرْ إِلَىٰ مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُ۔“

ترجمہ: ”جب تم میں سے کوئی ایسے
فرد کو دیکھے جو مال اور جسم میں اُس سے
افضل ہو تو اسے چاہئے کہ ایسے شخص کی طرف
نگاہ کرے جو ان امور میں اُس سے کم ہو۔“

ظاہر ہے کہ اس قاعدہ پر عمل کرنے سے
اللہ تعالیٰ کی نعمت جو اُسے حاصل ہے۔ اُس کی
قدر ہوگی اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا اور
شکر کا نتیجہ نعمت میں اضافہ اور ترقی کی شکل میں
ظاہر ہوگا۔ ارشاد باری ہے: (لَعَنَ شُكْرُكُمْ

لَا يَزِيدُكُمْ) (ابراہیم۔ آیت: 7)

ترجمہ: ”اگر تم میری نعمتوں پر شکر ادا
کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا۔“

اور اس کے برعکس اگر اوپر والے کو
دیکھے گا تو یہ نعمت جو اسے حاصل ہے وہ بیچ
معلوم ہوگی اور اسے حقیر سمجھے گا اور ناشکری کا
مرکب ہوگا اور ناشکری کی صورت میں اس

کے جمن جانے کا بھی خطرہ رہتا ہے۔

(وَلَعَنَ كُفْرُكُمْ أَنْ عَذَابِي
لَشَدِيدٍ)۔ (ایضاً)

ترجمہ: اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا
عذاب بہت سخت ہے۔“

اس کے علاوہ اوپر والے کو دیکھنے سے اس
جیسا بننے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اس میں ناکامی
کی صورت میں پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے۔

ایک بزرگ نے فرمایا: جب تک میرا
تعلق مالداروں سے رہا میں ہمیشہ پریشان
رہتا تھا۔ کیونکہ ان کے بڑی عملات دیکھتا،
عمدہ قسم کے گھوڑے اور سواریاں دیکھتا اور
اپنے پاس ان کو نہ پاتا۔ پھر جب میں نے
مالداروں کے بجائے اپنا تعلق غریبوں سے
جوڑا تو مجھے سکون اور اطمینان نصیب ہوا۔

نیز قناعت کی صفت حاصل کرنے کے
لئے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ انسان اپنی زندگی
کی حقیقت کو پہچانے، آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے ایک صحابی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

”كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ
عَابِدٌ سَبِيلٍ۔“

ترجمہ: ”دنیا میں ایسے رہو جیسے تم ایک
اجنبی یا مسافر راہ گذر ہو۔“

اس کے برعکس جب انسان لمبی لمبی
امیدیں باندھتا ہے تو اس میں لالچ اور حرص
بڑھ جاتی ہے اور وہ غفلت میں مبتلا ہو کر اپنے
مالک کو بھی بھول جاتا ہے اور یہ غفلت کا پردہ
جب اٹھتا ہے جب موت آ جاتی ہے۔ تب

پتہ چلتا ہے کہ سخت غفلت اور بھول میں تھے،
محض چند روز کی چہل چاہل تھی۔ اسی کو قرآن
کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

(الْهَٰكِمُ التَّكَاثُرُ، حَتَّىٰ زُرْتُمُ
الْمَقَابِرَ) (التكاثُر، آیت: 1-2)

ترجمہ: ”غفلت میں رکھنا کہ بہتات کی
حرص نے۔ یہاں تک کہ جاؤ کہیں قبریں۔“

نیز یہ بھی جاننا چاہئے کہ کسب حلال
کے لئے جائز اسباب اختیار کرنا اور اپنی
وسعت کے مطابق اُن میں محنت کرنا
قناعت کے خلاف نہیں۔ نیز یہ کہ قناعت کا
تعلق نیک اعمال، نیک اخلاق اور علمی
کمالات سے نہیں، بلکہ ان اعمال اور
کمالات میں زیادہ ہونے کا شوق اور ایک
دوسرے سے آگے بڑھنا قابل تعریف
ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ (فَاصْتَبِقُوا

الْخَيْرَاتِ) (البقرة، آیت: 148)

ترجمہ: ”نیک کاموں میں ایک
دوسرے سے بڑھو۔“

اور اس کا قاعدہ یہ ہے کہ ان کمالات
میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھو، تاکہ تم میں
اس کمال کو حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو۔

بہر حال بڑے سکون اور خوشگوار زندگی کے
لئے ضروری ہے کہ انسان قناعت کی صفت کو
اپنائے۔ ضروریات زندگی پر اکتفا کرے اور
جمالیات و کمالات پر زیادہ زور نہ دے اور
بے جا حرص و لالچ سے بچتا رہے۔

○○○



سب سے بڑا صدمہ اس کا ہے کہ مصلحین کی جماعتوں میں جو فتنے آج کل رونما ہو رہے ہیں نہایت خطرناک ہیں، تفصیل کا موقع نہیں، لیکن فہرست کے درجہ میں چند باتوں کا ذکر ناگزیر ہے:

مصلحت اندیشی کا فتنہ

یہ فتنہ آج کل خوب برگ و بار لارہا ہے، کوئی دینی یا علمی خدمت کی جائے، اس میں پیش نظر دنیاوی مصالح رہتے ہیں، اس فتنہ کی بنیاد نفاق ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سی دینی و علمی خدمات برکت سے خالی ہیں۔

ہردلعزیزی کا فتنہ

جو بات کہی جاتی ہے، اس میں یہ خیال رہتا ہے کہ کوئی بھی ناراض نہ ہو، سب خوش رہیں، اس فتنہ کی اساس حب جاہ ہے۔

اپنی رائے پر جمود و اصرار

اپنی بات کو صحیح و صواب اور قطعی و یقینی سمجھنا، دوسروں کی بات کو درخور اقتنا اور لائق التفات نہ سمجھنا، بس یہی یقین کرنا کہ میرا موقف سو فیصد حق اور درست ہے اور

دوسرے کی رائے سو فیصد غلط اور باطل۔ یہ اعجاب بالرائے کا فتنہ ہے اور آج کل سیاسی جماعتیں اس مرض کا شکار ہیں۔ کوئی جماعت دوسرے کی بات سننا گوارا نہیں کرتی، نہ حق دیتی ہے کہ ممکن ہے کہ مخالف کی رائے کسی درجہ میں صحیح ہو یا یہ کہ شاید وہ بھی یہی چاہتے ہوں جو ہم چاہتے ہیں، صرف تعبیر اور عنوان کا فرق یا الالہم فالالہم کی تعبیر کا اختلاف ہو۔

سوئے وطن کا فتنہ

ہر شخص یا ہر جماعت کا خیال یہ ہے کہ ہماری جماعت کا ہر فرد مخلص ہے اور ان کی نیت بخیر ہے اور باقی تمام جماعتیں جو ہماری جماعت سے اتفاق نہیں رکھتیں، وہ سب خود غرض ہیں، ان کی نیت صحیح نہیں، بلکہ اغراض پر مبنی ہیں، اس کا منشا بھی عجب و کبر ہے۔

سوئے فہم کا فتنہ

کوئی شخص کسی مخالف کی بات جب سن لیتا ہے تو فوراً اسے اپنا مخالف سمجھ کر اس سے نہ صرف نفرت کا اظہار کرتا ہے، بلکہ

مکروہ انداز میں اس کی تردید فرض سمجھی جاتی ہے۔ مخالف کی ایک ایسی بات میں جس کے کئی محمل اور مختلف توجیہات ہو سکتی ہیں، وہی توجیہ اختیار کریں گے جس میں اس کی تحقیر و تذلیل ہو، کیا (ان بعض الظن اثم) (یقیناً بعض گمان گناہ ہیں) اور

”ایکم والظن، فان الظن اکذب الحدیث“ (بدگمانی سے بچا کرو، کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے اور بڑے بڑے جھوٹ اسی سے پیدا ہوتے ہیں) کی نصوص مرفوع العمل ہو چکی ہے؟

بہتان طرازی کا فتنہ

مخالفین کی تذلیل و تحقیر کرنا، بلا سند ان کی طرف گھٹاؤنی باتیں منسوب کرنا۔ اگر کسی مخالف کی بات ذرا بھی کسی نے نقل کر دی، بلا تحقیق اس پر یقین کر لینا اور مزے لے لے کر محافل و مجالس کی زینت بنانا، بالفرض اگر خود بہتان طرازی نہ بھی کریں، دوسروں کی سنی سنائی باتوں کو بلا تحقیق صحیح سمجھنا، کیا یہ نفس قرآنی (ان جاء کم فاسق بجاہ ظہیوا) (اگر آئے تمہارے پاس کوئی گناہگار خبر لے کر تو تحقیق کر لو) کے خلاف نہیں؟

جذبہ انتقام کا فتنہ

کسی شخص کو کسی شخص سے عداوت و نفرت یا بدگمانی ہے، لیکن خاموش رہتا ہے، لیکن جب ذرا اقتدار مل جاتا ہے، طاقت

آ جاتی ہے تو پھر خاموشی کا سوال پیدا نہیں ہوتا، گویا یہ خاموشی معافی اور درگزر کی وجہ سے نہیں تھی، بلکہ بیچارگی و ناتوانی اور کمزوری کی وجہ سے تھی، جب طاقت آگئی تو انتقام! شروع کیا، رحم و کرم اور عنو درگزر۔ ختم۔

حب، شہرت کا فتنہ

بولی دینی یا علمی یا سیاسی کام کیا جا، رز و بھی ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ داد ملے اور تحسین و آفرین کے نعرے بلند ہوں، درحقیقت اخلاص کی کمی یا فقدان سے اور خود نمائی و ریاکاری کی خواہش سے یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے، صحیح کام کرنے والوں میں یہ مرض پیدا ہو گیا اور درحقیقت یہ شرک خفی ہے، حق تعالیٰ کے دربار میں کسی دینی یا علمی خدمت کا وزن اخلاص سے ہی بڑھتا ہے اور یہی تمام اعمال میں قبول عند اللہ کا معیار ہے، اخبارات، جلسے، جلوس، دورے زیادہ تر اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

خطابت یا تقریر کا فتنہ

یہ فتنہ عام ہوتا جا رہا ہے کہ لرن ترانیاں اختیار درجہ میں ہوں، عملی کام مفر کے درجہ میں ہوں، قوالی کا شوق دامن گیر ہے، عمل و کردار سے زیادہ واسطہ نہیں۔ (الم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون)

پروپیگنڈہ کا فتنہ

جرم عام نہیں دہندہ میں آئی ہیں، خصوصاً سیاسی جماعتیں ان میں غلط پروپیگنڈہ اور واقعات کے خلاف جوڑ توڑ کی وبا اتنی پھیل گئی ہے جس میں نہ دین ہے اور نہ اخلاق، نہ عقل ہے نہ انصاف، محض یورپ کی دین باختہ تہذیب کی نقالی ہے، اخبارات، اشتہارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن، تمام اس کے مظاہر ہیں۔

مجلس سازی کا فتنہ

اپنی پارٹی کی ہر بات خواہ وہ کیسی ہی غلط ہو، اس کی حمایت و تائید کی جاتی ہے اور مخالف کی ہر بات پر تنقید کرنا سب سے اہم فرض سمجھا جاتا ہے، مدعی اسلام جماعتوں کے اخبار و رسائل، تصویریں، کارٹن، سنیما کے اشتہار، سود اور قمار کے اشتہار اور گندے مضامین شائع کرتے ہیں، مگر چونکہ ”اپنی جماعت“ کے حامی ہیں، اس لئے جاہلی تعصب کی بنا پر ان سب کو بنظر استحسان دیکھا جاتا ہے، الغرض جو اپنا حامی ہو وہ تمام بد کرداروں کے باوجود پکا مسلمان ہے اور جو اپنا مخالف ہو، اس کے نماز اور روزہ کا بھی مذاق اڑایا جاتا ہے۔

حب مال کا فتنہ

حدیث میں تو آیا ہے کہ ”حب الدنيا رأس کل خطیئة“ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے، حقیقت میں تمام

فتنوں کا قدر مشترک حب جاہ یا حب مال ہے، بہت سے حضرات (ربنا آتقنا فی الدنيا حسنة) کو دنیا کی جستجو اور محبت کے لئے دلیل بناتے ہیں، حالانکہ بات واضح ہے کہ ایک ہے دنیا سے تعلق اور ضروریات کا حصول، اس سے انکار نہیں، نیز ایک ہے طبعی محبت، جو مال اور آسائش سے ہوتی ہے، اس سے بھی انکار نہیں، مقصد تو یہ ہے کہ حب دنیا یا حب مال کا اتنا غلبہ نہ ہو کہ شریعت محمدیہ اور دین اسلام کے تمام تقاضے ختم یا مغلوب ہو جائیں، اقتصاد و اعتبار کی ضرورت ہے، عوام سے شکایت کیا کی جائے؟ آج کل عوام سے یہ فتنہ گذر کر خود خواص کے قلوب میں بھی آرہا ہے، الا ماشاء اللہ! اس فتنے کی تفصیلات کے لئے طویل مقالے کی ضرورت ہے، حق تعالیٰ توفیق عطا فرمائے، ہم ان مختصر اشاروں کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی ایک دعا پر ختم کرتے ہیں:

”اللهم ارزقني حبه و حب من يحبه و حب عمل يقربني اليك، اللهم ما رزقتني مما احب فاجعله قوة فيما يحب، و ما زويت عني مما احب فاجعله فراغاً لي فيما تحب، اللهم اجعل حبه و حب الاشياء الي من نفسي و اهلي و من العلاء البارء۔“ (بصائر و عبر)



حسد ایک ناسور

حسد دوسروں کی خوشی دیکھ کر جلنا۔ دوسرے کی نعمت کا زوال اور اپنے لئے خواہش کرنا۔ (القاموس)

حسد ایک بدترین اخلاقی مرض اور انسانی زندگی کی قبیح ترین خصلت ہے کیونکہ کسی بندۂ خدا کو اپنی حاصل شدہ دینی، علمی، عملی، روحانی، جسمانی و مالی نعمتوں کے زوال اور خاتمہ کرنے والی چیز کا نام حسد ہے، اسی لئے قرآن و حدیث کے نصوص سے اس کی بے پناہ مذمت اور اس سے بچنے کی تلقین اور تائید کی گئی ہے۔

حسد سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر اس کے چمن جانے کی یا زائل ہونے کی خواہش کرنا اور یہ اولین گناہ ہے جو اللہ کی نافرمانی میں کیا گیا اور اس گناہ کا مرکب سب سے پہلے ابلیس ہوا۔ اسی حسد کی وجہ سے وہ دھکا مارا گیا اور تاقیامت وہ جمیع مخلوقات کی لعنتوں کا مستحق ٹھہرا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو قرآن و ایمان کی جو بے بہادرت و نعمت عطا فرمائی تھی بد باطن یہود اس سے جلتے تھے اور ان کے دلوں میں ہمہ وقت بھی تمنا اور آرزو چلتی رہتی تھی کہ یہ نعمت مسلمانوں سے سلب کر لی جائے جس کی صراحت قرآن میں

یوں ہے: ”بہت سے اہل کتاب کی یہ خواہش ہے تمہارے ایمان لے آنے کے بعد پھر تمہیں کفر کی طرف لوٹادیں، اس حسد کے باعث جو ان کے دلوں میں ہے اس کے باوجود کہ ان پر حق خوب ظاہر ہو چکا ہے۔“

حسد کے مختلف درجات ہیں، ایک درجہ یہ ہے کہ صرف صاحب نعمت سے سلب نعمت کی تمنا کرنا، خواہ تمنا کرنے والے کو وہ نعمت میسر آئے یا نہ آئے۔ حسد کی سب سے بدترین صورت یہی ہے کہ اہل نفاق اسی حسد میں مبتلا تھے کہ وہ اہل ایمان سے نعمت ایمان سلب کئے جانے کے منتھی تھے۔ حسد کے اسباب و محرکات کا تجزیہ واضح کرتا ہے کہ اس میں مختلف امور کارفرما ہوتے ہیں سب سے بنیادی سبب بغض و عداوت ہے، اکثر و بیشتر دوسرے سے جذبہ عداوت کی بناء حسد کی راہ ہوا رہتی ہے۔ امام ابن حجر کا قول ہے کہ کینہ، ناجائز فحشہ اور حسد تینوں کبیرہ گناہوں میں سے ہیں اور ان تینوں کے درمیان ایک خاص اور تلازم پایا جاتا ہے، کیونکہ فحشہ کے نتیجے میں کینہ اور کینہ کے نتیجے میں حسد پیدا ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ اس میں کوئی مساوات کی قید

نہیں بلکہ ایک ادنیٰ شخص اعلیٰ شخص سے بدخواہ ہو سکتا ہے اس کے نمونے تعلیمی میدانوں میں تجربات رکھنے والے حضرات کے سامنے جا بجا آتے رہتے ہیں۔ کیونکہ کچھ کھانے والے افراد عموماً ہمہ دانی کے مدعی اور ذہیل مرکب میں مبتلا ہو کر واقعتاً علمی صلاحیتوں سے مالا مال قابل رشک و لائق احترام افراد سے حسد کرنے لگتے ہیں اور ان کے علمی ترقی میں روڑے اٹکانے لگتے ہیں۔ ہاں طور کہ چمن بد بختیوں کے دل میں یہ مرض پیدا ہو جاتا ہے وہ اس آگ میں جلتے رہتے ہیں۔ وہ جب دیکھتے ہیں کہ جن نعمتوں کی تمنا انہوں نے کی تھی وہ ان کے بجائے دوسروں کو حاصل ہو گئی جس عزت و مرتبہ کے وہ امیدوار تھے اس پر کوئی دوسرا قابض ہو گیا ہے، یہ چیزیں ان کے اندر وئی آگ کو مزید بھڑکانے کا سبب بنتی ہیں ابلیس کی خلافت اور نیابت کے حقدار بن جاتے ہیں کیونکہ ابلیس نے اپنے دل میں ایک بڑے مقام کی آرزو پالی تھی اور خود ہی یہ طے کر لیا تھا کہ اس مقام کا مجھ سے زیادہ کوئی بھی استحقاق نہیں رکھتا لیکن جب یہ مقام اس کے بجائے خاکی انسان کو دے دیا گیا تو وہ جل جل بن گیا اور اس نے قسم کھائی کہ میں انسانوں سے انتقام لوں گا۔ اس بد بخت نے اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی۔ انسانوں کو راہ راست سے ہٹانے کے لئے بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہیں کوشش کے باوجود شیطان کفر و شرک میں مبتلا نہیں کر سکتا لیکن انہیں ان جیسی خطرناک باطنی گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس طرح کے باطنی

گناہوں میں جتلاء انسانوں کو دیکھ کر شیطان خوش ہوتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ یہ آگ ان کے فضائل و کمالات اور ان کی باہمی محبت اور برادرانہ تعلقات سمیت ہر چیز کو بھسم کر کے رکھ دے گی، اگر دل میں نفرتوں کی آگ لے ہوئے کسی کا انتقال ہو گیا تو وہ آتش دورخ کا مستحق ٹھہرے گا، مغفرت کا حقدار بس وہی ہوں گے جو سلیم القلب ہوں گے جن کے دل نفرت اور عداوت سے پاک ہوں گے، احادیث نبویہ میں بھی اس بلاکت خیز بیماری کی مذمت آئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسد سے اجتناب کی بہت سخت اسلوب میں تاکید فرمائی۔ (سنن ابوداؤد)

ایک حدیث میں ہے: ”تم لوگ حسد سے بچو، کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھاتی ہے۔“ اور ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن بسرؓ بیان کرتے ہیں نبیؐ نے فرمایا: ”حسد مخلوق اور نبویؐ کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی میرا ان سے۔“ امام ابن حجرؒ حسد کو کبیرہ گناہ میں شمار فرماتے ہیں اور فقہ ابو اللیثؒ سمرقندی کا مقولہ ہے کہ حسد کے اثرات محمود (جس سے حسد کیا جائے) تک پہنچنے سے پہلے ہی حاسد کو پانچ سزائیں مل جاتی ہیں، ایک دائمی غم و دگر دوسرے بے فیض معصیت تیسرے عیب و مذمت چوتھے اللہ کی ناراضگی اور پانچویں اللہ کی جانب سے بے توفیق۔

حقیقت یہ ہے کہ حسد اپنے دامن میں اسٹے دینی و دنیاوی نقصانات کو لئے ہوتے ہے کہ ایک سمجھدار انسان جب ان نقصانات پر نگاہ ڈالتا ہے تو اس موذی بیماری سے اپنے آپ کو بچانے کی پوری پوری کوشش کرتا ہے کیونکہ یہ ایسا ناسور ہے جس سے متعدد گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ حاسد نفاق پیشہ ہوتا ہے، وہ بہتان طرازی افترا پروری قطع رحمی دوسروں کو حقیر سمجھنے کا مجرم ہوتا ہے، وہ حب الدنیا کو خود پر غالب کئے ہوتا ہے، دروغ گوئی غیبت، افشائے راز، استہزاء مسلم جیسے قطعی حرام کام کا مرتکب ہوتا ہے۔ لہذا حاسد کو شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ حسد سے دور رہے، توبہ استغفار کرے، اپنے پاس موجود چیز پر قانع رہے۔ حدیث میں ہے جب تمہیں مالی و علمی اعتبار سے اپنا برتر نظر آئے تو اپنے سے کمتر کو دیکھو اور ایک جگہ آیا ہے کہ جب حسد ہو جائے تو حسد پر عمل نہ کرو اور حد سے نہ گزرو اور محمود (جس سے حسد کیا جائے) کو چاہئے کہ وہ حاسد کے شر سے پناہ مانگتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو، خدائے پاک پر کئی اعتماد اور توکل کرے، حاسد کی بدگوئیوں پر صابر رہے اور اس کی اصلاح کرتے رہے کیونکہ حسد سے اسلامی اخوت کا شیرازہ منتشر ہو جاتا ہے اور موذی بیماری میں جتلاء شخص کو لعنت کا مستحق قرار دیا ہے۔ اسی لئے اس سے بچنے کا حکم دیا گیا۔ خدائے پاک تمام کی حفاظت فرمائیں۔ آمین

بقیہ..... ایک نوجوان لڑکی کا خط

اگر جس چیز کی تو دعوت دیتا ہے، یہ میرے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں ہوتی تو میں اس پر عمل کرتی، اور اگر ایسا عمل اور اس کی مثال اماں فاطمہؓ کی زندگی میں ملتی تو میں اس پر عمل کرتی، اور اگر ان کی زندگی میں نہیں، اور میری اور تیری والدہ کی زندگی میں ایسی ایک نہیں ہزار مثالیں بھی ہوتیں تو بھی تو مجھے ہرگز اس دعوت کا قبول کرنے والا نہ پاتا، اللہ تیری بہنوں اور میری عزت کی حفاظت فرمائے۔ میں اللہ سے پیار کرتی ہوں۔ میں اللہ سے پیار کرتی ہوں۔ میں اللہ سے پیار کرتی ہوں۔

والسلام
اللہ کی بندی
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امتی
امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی

ابن ربانی کہتا ہے.....

”اے آج کے لڑکے اس خط کی تشریح کی ضرورت نہیں، تو جان گیا ہوگا کہ وہ لڑکا کیوں بے ہوش ہوا، میں اس خط کو راز بنا تا مگر آج کے لڑکے جو کر رہے ہیں، وہ اس انجام کے انجام سے واقف نہیں، اب ایک نصیحت تجھے بھی کرنا ہوں، اگر تو اس خط کو پڑھنے کے بعد اپنی طبیعت میں کچھ بھی فرق پاتا ہے تو اپنے ان دوستوں کو ضرور پڑھانا جو ایسی برائی کی طرف جارہے ہیں، امید ہے کہ وہ رک جائیں گے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ان کے حق میں، اور بس۔ تیری ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کی عزت تیرے ہاتھ میں ہے، اگر اطمینان بھر بھو تجھے درغلانے میں کامیاب ہو گیا تو جان لے کہ تو نے لوگوں کو اپنے گمراہی کی دعوت دے دی۔ دنیا کے بازار میں اچھا برا سب ملتا ہے، اب تیری مرضی ہے۔“

میں کی چھوڑ دی تھی۔

تو سن اے خود کو خوبصورت شہزادہ اور مجھے دنیا کی حمد سمجھنے والے! میں ایک سید زادی ہوں اور میرا تعلق اماں فاطمہ کے قبیلہ سے ہے، جو قیامت کی تمام جنتی عورتوں کی سردار ہوں گی۔ میں نے اپنے لئے دعا مانگی ہے کہ اے اللہ! مجھے جنت میں ان کی خادم بنانا، تو خود فیصلہ کر، اگر میں تیری محبت میں جتلا ہو جاؤں تو خادمیت تو کیا مجھے جنت کے قریب بھی نہیں آنے دیا جائے گا۔

تو نے مجھے کل شام باغ کے اس بیڑ کے نیچے ملنے کو بلا یا ہے، میں وہاں بھی آ جاتی لیکن میں تم سے ایک وعدہ لوں کہ تو اپنی بہن گڈی کو بھی ساتھ لے کر آنا، اور میں اپنے بھائی کو، کیونکہ تیری نظر میں دنیا کی سب سے شریف عورت تیری گڈی، بہن ہے اور میرے بھائی کی نظر میں دنیا کی سب سے شریف لڑکی میں ہوں، اس طرح دونوں مردوں کی غلط فہمی دور ہو جائے گی اور اس کے بعد جب گاؤں میں یہ خبر پھیلے گی تو کوئی بھائی اپنی بہن کو شریف نہیں سمجھے گا۔ اس طرح آئندہ محبت کرنے والوں پر ہمارا احسان رہے گا کہ یا تو وہ اس گناہ سے ہماری وجہ سے دور ہیں گے یا انہیں ہر طرح کی آسانیاں ہو جائیں گی۔ رات کے تیسرے پہر کوئی بھائی اپنی بہن کو کسی باغ کے بیڑ کے نیچے ملنے سے نہیں روکے گا۔ پھر جب یہ گناہ اتنا عام ہو جائے گا تو لفظ غیرت کی تعریف بھی سب کو سمجھ آ جائے گی کہ اپنی بہن کی طرف کسی کی نگاہ نہ اٹھنے دینا غیرت نہیں بلکہ اپنی نظروں کو کسی کی بہن کی



یہ ایک خط تھا جو اس لڑکی نے اپنے اس عاشق کو لکھا۔

السلام علیکم!

اے وہ نوجوان جس نے ابھی اپنی ماں کی گود سے باہر قدم رکھا ہے، اور اس کی تربیت کرنے پر تھوک ڈالا ہے۔ میں مانتی ہوں تیری سوچ کے مطابق جس محبت کا تو دعویدار ہے، وہ سچی اور سچی ہے، اور تو اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے وفا بھی کرے گا، کیونکہ اس محبت کا آغاز نظر کے ملنے سے ہوا تھا، اور انجام جسم کے ملنے پر ہوگا، کیونکہ میری ماں نے اپنے بیٹے عبدالرسول کو ایک دن کہا تھا، بیٹا! یہ نظر انہیں کے تیروں میں سے ایک ہے اور جب یہ تیر چلتا ہے تو اس کی طاقت جسمی کبھی پورے پورے خاندان برباد کر دیتی ہے، اور پھر جب اس کا بدلا مڑتا ہے تو لفظ عزت بھی سر جھکا کر انسانوں کی ہستی سے نکل جاتا ہے۔ لہذا اس آنکھ کو صرف اپنے سونے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو دیکھنے کے لئے کھنکھارنا اور نہ قیامت کے دن اپنے ماں کو نانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شرمندہ نہ کرنا کہ میں اس بات پر شرم کے مارے ڈوب مردوں کہ میں نے تیری تربیت

اس دن جب گلی میں کھڑا تھا تو ایک لڑکا گھر کے باہر بار بار چکر لگا رہا تھا۔ میں نے اس سے جا کر پوچھا، بھائی! کس کی تلاش ہے؟ تو اس نے کہا کسی کی نہیں، بس ایک دوست نے ادھر آنے کا وقت دیا، وہ اب تک آیا نہیں۔ خیر میں اس کی بات سن کر گھر چلا گیا اور کچھ لمحوں بعد اچانک نکلا تو دیکھا کہ اسی گھر سے ایک لڑکی سر جھکائے تیزی سے باہر آئی، اور جلدی سے اس لڑکے کو ایک لفافہ دے کر واپس گھر بھاگ گئی۔ لڑکا وہ لفافہ لے کر مسکرایا اور اسے دل سے لگاتا ہوا وہاں سے چل دیا۔ میں اپنی بری عادت کے مطابق تحقیق کرنے کے لئے اس کے پیچھے چل دیا۔ وہ لڑکا ایک درخت کے نیچے جا کر رکا اور اس لفافہ کو کھولا جس کے اندر سے ایک صفحہ نکلا۔ اس نے اس صفحہ کو کوئی تین سے چار بار چوما اور اپنی آنکھوں سے لگا یا، اور پڑھنے لگا، میں دور سے اس کے چہرے اور حرکات کو دیکھ رہا تھا، اور اپنی قیاس آرائیوں میں مصروف تھا، اچانک لڑکے نے آسمان کی طرف سر اٹھایا، اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ بھاگتے ہوئے میں اس کے قریب گیا اور اس کے ہاتھ سے وہ ورق لے کر جیس سے پڑھنے لگا۔

طرف بڑھنے سے روکنے کا نام غیرت ہے۔ اور اگر تو اس ظلم یا ڈرامے کی بات کرتا ہے جس کو دیکھ کر تو نے مجھے خط لکھا، تو ٹھیک ہے میں اسی طرح اسی لباس میں تجھے ملنے چلی آئی ہوں، مگر تیری آنکھوں اور دل کی ہوس نے جب یہ : نو چا تو ناراض نہ ہونا کہ اس طرح کا ظلم اور لطف سے لبریز موقع دنیا کا ہر مرد چاہتا ہے۔ تو میری بات کو سمجھ تو رہا ہے، تاکہ میرا حق ہے کہ وہ عیش کے کچھ لے کر اسے، وہ عیش نے عشق کا لطف کیا ہے، کسی کو ایک انگلش جملہ بول کر اس سے ایسی امیدیں وابستہ کرنا جس سے عورت بھی خود پر شرم جائے، اور مرد کو جنم دینے والی عورت اپنی کو کھ پر لعنت بھیجے کہ عورت نے انبیاء کو جنم دیا اور ان کی تربیت کر کے زمانے کی دیکھی انسانیت کو ظلم و ستم سے نکالا، اور میں نے ایک ایسے آدمی کو جنم دیا جو انسانیت ہی سے خالی ہے۔

اے میرے خوب رو عاشق! تو جو محبت کر رہا ہے، اس میں ہوس کی نڈ کے سوا کچھ نہیں، کیا تیری ماں نے تجھے وہ قرآن نہیں پڑھایا جس میں مومن کی حیا کا ذکر کیا گیا، تو مرد مومن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ امتی نہیں جس نے ایمان کے درجوں میں سے ایک درجہ حیا کا پایا ہو۔

میری باتیں پڑھ کر تجھے غصہ آیا ہوگا کہ میں نے تیری بہن کا ذکر کیا، لیکن ایمان کی بات ہے ہر باحیا بھائی کی یہی کیفیت ہوتی ہے، مگر ایسا ہونا کہ اپنی بہن کے علاوہ کسی بھی عورت کو شریف نہ سمجھتا، گندی سوچ اور تربیت کا نتیجہ ہے۔ کیا تو نے حضرت علی کا یہ

فرمان نہیں پڑھا ”اپنی سوچ کو پانی کے قطروں کی طرح صاف رکھو کیونکہ جس طرح پانی کے قطروں سے دریا بنتا ہے اسی طرح سوچ سے ایمان بنتا ہے۔“ کیا تیرے پاس جو ایمان ہے وہ دکھلاوے کا ہے، حضرت علیؑ کا سچا پیار تیرے دل میں نہیں، اور جیسا کرو گے ویسا بھرو گے والا قول بھی تو کسی عاقل کا ہے، اس کا مطلب ہے تو اس کام کے انجام کے لئے تیار ہے، اپنی ماں بہن کی ایسی عزت کا ہونا تیرے لئے عجیب نہیں ہوگا۔

میں تجھے تبلیغ نہیں کر رہی، بس اتنا بتا رہی ہوں کہ تیری بہن گڈی جو کہ میری دوست ہے، اس کو بھی ایک تجھ جیسے بے ایمان اور راہ بھٹکے نوجوان نے خط لکھا اور اس بیڑ کے نیچے بلایا، لیکن میں اسی وقت جب کہ میں تجھے خط دے رہی ہوں، تیری بہن نے بھی اسے خط دیا اور اسے اس کی محبت کا جواب دیا کہ وہ اس سے محبت کرے گی، انہی باتوں اور شرائط کے ساتھ، جو میں تجھے لکھ رہی ہوں۔ اگر تجھے میری یہ سب باتیں منظور ہیں تو جا اور جا کر گڈی کو بھی ایسا کرنے کی اجازت دے دے جو تو مجھ سے چاہتا ہے، کیونکہ اس لڑکے کو بھی میں نے یہی اتفاقاً گڈی سے لکھا کر دیا، اور اگر میں ایسا نہ کرتی تو وہ لڑکا بھی راہ راست پڑتا، اور تیری بہن بھی گمراہ ہو چکی ہوتی۔

اب آخری دو باتیں جن کا تو اپنے اللہ سے وعدہ کرنا، تو نے مجھ پر بری نظر ڈالی تو تیرے لئے اللہ نے یہ مکافات عمل والا سبق پیدا کیا، اور میں نے تیری بہن کو بری راہ سے بچایا۔ اس لئے میں بھی اللہ کی عطا کردہ ہمت

سے تیری گمراہی اور اللہ کی ناراضگی والے وہاں سے بچ گئی ہوں۔ اب اگر میرا تیری بہن پر احسان ہے، تو اس کو بھول کر اپنی گناہ کی ضد پر قائم رہنا چاہتا ہے تو اس دفعہ یاد رکھنا کہ اللہ نے تجھے چار بہنیں اور ایک ماں دی ہے۔ میں بھی اللہ سے دعا کروں گی کہ اللہ تجھے اور تیرے گمراہوں کو گمراہی اور ایسے گناہ سے بچائے اور تو بھی اللہ سے توبہ کر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن سے تیری محبت مشہور ہے، ان سے بچی اور دکھلاوے سے پاک محبت کرنے لگ جا اور ان جیسی عظیم اور پاک ہستی کی محبت میں کسی عورت کو نہ لاء، ایسا نہ ہو جس حوانے آدم کو جنت سے نکلوا یا ہے، وہ تجھے اس دنیا میں کہیں کا نہ چھوڑے اور تیری وہ بگڑی جس پر تجھے مان ہے، خاک کا حصہ بن جائے، اور تیرے گمراہ عورت کا جنم لینا گناہ سمجھا جانے لگے۔ میں چاہتی تو اپنے حقیقی غیرت مند بھائی کو بتا دیتی مگر میں نے تجھے تیری بہن کی خاطر معاف کیا، کیونکہ تیرے لئے جیسا کرو گے ویسا بھرو گے، سمجھنا مشکل نہیں رہا۔ اپنی بہن کو اس لڑکے کا مت پوچھنا، ایسا نہ ہو کہ میرا بھائی بھی مجھ سے ایسی ضد کرے، اس وقت سب سے اچھا صلہ اللہ کی بارگاہ میں بچی معافی ہے، میں تجھے اللہ کے نام پر معاف کرتی ہوں، اللہ سے بھی اس کی ایک سید زادی بندی کے متعلق غلط سوچ رکھنے کی معافی مانگ لینا۔

یہ میرا پہلا پیار کا خط ہے، میں اعتراض کرتی ہوں کہ میں اللہ سے اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرتی ہوں۔

(بقیہ..... صفحہ..... ۳۱..... پر)

بیرقت آدمیزاد اجتماعی دعا نہیں!

ڈھیر ساری دعائیں با اہتمام یاد کر کے آتے ہیں۔ اس لئے ان دعاؤں میں جامعیت کا پہلو بھی ہوتا ہے اور الفاظ و اسالیب کا انتخاب بھی موثر اور دلہندہ ہوتا ہے۔ بلکہ بعض افراد تو اللہ میاں کو ”مناثر“ کرنے کے لئے اچھے ادیبوں سے موثر اسالیب میں دعائیں لکھوا کر ساتھ لاتے ہیں۔ پھر رونے اور لانے کی کارٹی تو گویا وہ لٹو ہے جس کے بعد دعا کی قبولیت کم دیش یعنی ہوجاتی ہے۔

تاہم اجتماعی دعا کا جو طریقہ ہمارے ہاں رائج اور مقبول ہوتا جا رہا ہے، وہ اکثر و بیشتر دعا کی اس روح کو مجروح کر دیتا ہے جو قرآن و حدیث سے ہمارے سامنے آتی ہے۔ اس راہ میں بعض ایسے خطرات پوشیدہ ہیں جن سے لوگوں کی فلفلہ نفسیاتی اور ذہنی تربیت ہی نہیں ہوتی، بلکہ وہ عارت گرا ایمان بھی ہو سکتے ہیں۔ تاہم ان کے بیان سے نقل ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا طریقہ لوگوں کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ اس یاد دہانی کے ساتھ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین دیا، اس پر عمل کا بہترین نمونہ بھی آپ خود قائم کر کے گئے ہیں۔

دعاؤں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ نماز جیسی اہم عبادت کے بعد بھی آپ اجتماعی دعا نہیں کرتے تھے۔ آپ کی زندگی میں متعدد رمضان اور شعبان قدر آئیں، مگر آپ نے کسی موقع پر لوگوں کو اکٹھا کر کے ”صلوۃ تسبیح“ اور

بہت سے دینی امور میں افراط و تفریط کا رویہ عام ہو گیا ہے وہیں دعا جیسی عظیم عبادت میں بھی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے بہت دور آ گئے ہیں۔ خاص طور پر لمبی لمبی اجتماعی دعائیں، جن میں بے جا رقت در آتی ہے، آج کل بہت عام ہو چکی ہیں۔ ایسے اجتماعات میں حاضرین کی کثیر تعداد خاص طور پر کی جانے والی رقت آدمیزاد میں شریک ہونے کے لئے دور دور سے آتی ہے، بلکہ اب تو ٹیلی ویژن پر گھر بیٹھے ”رقت آدمیزاد“ دعا سننے اور کرنے کا چلن بہت مقبول ہوتا جا رہا ہے۔

بظاہر ان باتوں میں کوئی قباحت محسوس نہیں ہوتی۔ دعا، جیسا کہ ہم نے بیان کیا، اپنی ذات میں ایک انتہائی پاکیزہ اور اعلیٰ عبادت ہے۔ دین میں نہ اجتماعی دعا پر پابندی ہے، نہ کسی خاص وقت یا عبادت کے موقع پر دعا کی حرمت وارد ہوئی ہے۔ اجتماعات کے بارے میں لوگوں کا یہ خیال بھی فلفلہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ ایسے میں بعض مخلصین اور مقبولین بھی موجود ہوں گے۔ دعا کرانے والے افراد بالعموم بہت تیاری سے

اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا اعلیٰ ترین عمل ہے۔ دعا مانگنا توحید کا اعتراف اس سطح پر جا کر کرنا ہے جس سے زیادہ بلند سطح کا تصور بھی مشکل ہے۔ بندہ رب سے مانگ کر شرک سے اپنی بے زاری اور توحید پر ایمان کا عملی ثبوت دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس یقین اور اعتماد کا اظہار ہے کہ وہی ہر نفع و نقصان کا مالک ہے، وہ نفع و نقصان جس کی نسبت جب غیر اللہ کی طرف کی جاتی ہے تو شرک کی نئی قسم وجود میں آ جاتی ہیں۔ چنانچہ قرآن و حدیث اللہ ہی سے مانگنے اور تمنا اسے ہی پکارنے کی تاکید سے بھرے ہوئے ہیں۔ اپنی اس اہمیت کی بنا پر دعا تمام انبیاء اور صالحین کا وظیفہ رہی ہے۔ دیگر انبیاء کی دعاؤں کا ذکر تو قرآن میں اختصار سے ہوا ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کی جو تفصیلات احادیث میں ملتی ہیں، ان سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایک بندہ مومن دعا کے ذریعے سے کس درجہ خدا سے قربت حاصل کر سکتا ہے۔

ہمارے معاشرے میں جہاں دیگر

اس کے بعد ”رقت آمیز“ دعا کا اہتمام نہیں کیا۔ حج جیسے عظیم اجتماع کے موقع پر بھی کوئی اجتماعی دعا آپ سے ثابت نہیں۔ اجتماعی دعا آپ کسی اجتماعی مسئلے کے موقع پر کرتے تھے۔ صلوٰۃ، زکوٰۃ، خیر، استسقاء، قنوت اور جمعہ کے خطبہ آخر کے موقع پر کی جانے والی دعا، اس کی مثالیں ہیں۔ اجتماعی دعا کے برخلاف آپ کی انفرادی زندگی سرتاسر دعا تھی۔ روزمرہ زندگی کا کوئی ایسا معمول نہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا منقول نہ ہو۔ ہر روز تہجد میں آپ کی نماز، حمد، تسبیح، تلاوت کے علاوہ دعائی پر مشتمل ہوتی تھی۔ آپ کی رقت، خدا کے آگے زاری، اس کے حضور گڑگڑانے کی جو روایات ہمیں ملتی ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انفرادی دعاؤں سے متعلق ہیں۔ آپ کی ذات چونکہ امت کے لئے ایک نمونہ کامل ہے، اس لئے ازواج مطہرات اور دیگر صحابہ نے بڑے اہتمام سے ان انفرادی دعاؤں اور اذکار و معمولات کو امت تک منتقل کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اجتماعی دعا کی کمی اور انفرادی دعا کی کثرت کوئی ایسا راز کی بات نہیں۔ یہ قرآن کے اس حکم کی تعمیل ہے جس میں کہا گیا: ”اپنے رب کو پکارو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے بے شک وہ حدود سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“ (الاعراف-7: 55)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی

اسی کا نمونہ ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہی طریقہ ہر مسلمان کے لئے نمونہ کامل ہونا چاہئے۔ ایک مسلمان کو یہ یقین ہونا چاہئے کہ دعا اگر قبول ہوگی تو اسی طریقے سے ہوگی کیونکہ جس سے دعا مانگی جاتی ہے اور جو دعا قبول کرتا ہے، اس نے تو یہی طریقہ سکھایا ہے۔

رہا ہمارے ہاں رائج اجتماعی دعا کا معاملہ تو اس کے بیان کردہ سارے فضائل، جن میں سے کچھ شروع میں ہم نے بیان بھی کئے، قبولیت دعا کی شرط نہیں ہیں۔ قرآن تو تمہارا خدا کو پکارنے اور اسی کے حضور گڑگڑانے کی شرط لگاتا ہے۔ یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ انسان گڑگڑاتا اس وقت ہے جب اس کا اپنا مسئلہ ہو۔ کوئی انسان کسی دوسرے کے مسئلے کے لئے دعا تو کر سکتا ہے تو پکار خدا کو نہیں پکار سکتا۔ ایک مصیبت زدہ انسان تنہائی میں بڑی بے کسی اور بے بسی سے خدا کو اپنا واحد سہارا سمجھ کر جب پکارتا ہے تو اس کی بات سنتا خدا کی غیرت کا مسئلہ بن جاتا ہے۔ اس دعا کی قبولیت اپنی ہی یقینی ہوتی ہے کہ اس پر شک کرنا خدا کے وجود سے انکار کرنے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی اس دعا کو بھیجے قبول کرتا ہے اور کبھی اپنی حکمت اور مصلحت کے پیش نظر دعا کے نتائج کسی ایسی شکل میں نکالتا ہے جو شاید داعی کی مرضی کے عین مطابق نہ ہو، لیکن اس کی بہتری میں ضرور ہوتے ہیں۔

اب ذرا ان مسائل کا ذکر ہو جائے جو اجتماعی دعا میں پوشیدہ ہیں۔ ہم نے ابتدا میں

بیان کیا ہے کہ دعا تو حید کی اعلیٰ ترین سطح ہے، مگر اجتماعی دعا وہ بھی اگر رقت آمیز ہو جائے تو اس چیز کا شدید اندیشہ پیدا کر دیتی ہے کہ انسان تصنع، بناوٹ اور ریاکاری کا شکار ہو جائے۔ ریاکاری اپنی نوعیت کے اعتبار سے شرک ہے۔ چنانچہ تو حید کے اظہار کے ساتھ شرک کے امکانات کو جمع کرنا عقلمندی نہیں۔ ہماری رقت آمیز دعاؤں میں داعی خود بھی روتا ہے اور لوگوں کو بھی رلاتا ہے۔ لوگوں کو رلانا اصلاً وہ ”فن“ ہے جس کی مہارت پر داعی کی مقبولیت اور اجتماع کی کثرت کا انحصار ہوتا ہے۔ چنانچہ اس بات کا پورا امکان رہتا ہے کہ داعی کے قلب کی ساری توجہ دل کا حال جاننے والے مالک کے بجائے خود رونے اور لوگوں کو رلانے پر رہے۔ جس دعا میں دل کی حضوری نہ ہو، ساری توجہ الفاظ، اسالیب، سامعین پر ہو، اس کی قبولیت کے امکانات کتنے رہ جاتے ہیں، یہ بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے۔

اجتماعی دعا میں شریک ہونے والے لوگ نہ صرف خود ریاکاری کے خطرے کی زد میں رہتے ہیں، بلکہ دوسرے لوگوں کی موجودگی کے احساس کی بنا پر وہ بسا اوقات اس رقت سے محروم ہو جاتے ہیں جو تنہائی میں لازماً ظاہر ہوتی۔ کیونکہ حساس لوگ اسے ریاکاری خیال کرتے ہیں۔ جب کہ تنہائی میں نہ صرف یہ مسئلہ نہیں ہوتا، بلکہ اس وقت طاری ہونے والی رقت اللہ تعالیٰ کی ایک غیر

معمولی نعمت ہے۔ تنہائی کی ہر عبادت کی طرح دعا کی بھی یہ خوبی ہے کہ خدا سے قربت کا وہ ذائقہ انسان کو نصیب ہوتا ہے جو اور کسی شے میں نہیں۔ یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے جسے شاعر نے بڑی خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے۔

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا
اجتماعی دعا کا ایک اور بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں یہ بڑی طویل ہو جاتی ہے اور بعض اوقات تو کئی گھنٹے جاری رہتی ہے جس کے نتیجے میں سامعین کے ہاتھ دکھنے لگ جاتے ہیں۔ دعا کی طرف ان کی توجہ رہتی ہے نہ اس میں وہ کوئی رغبت محسوس کرتے ہیں۔ آدی اگر تنہا ہو تو بے رغبتی کی صورت میں دعا ختم کر سکتا ہے، مگر اجتماعی دعا میں انسان بے زاری بھی محسوس کرتا ہے اور وہاں سے ہٹ بھی نہیں سکتا۔ بے حضوری اور بے زاری کی یہ کیفیت خدا سے قربت کے بجائے دوری پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے۔

اجتماعی دعا کا ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ کچھ لوگوں کو اس میں ”مزہ“ محسوس ہونے لگتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ رونے کا عمل انسان کو بڑی حد تک ذہنی دباؤ وغیرہ سے دور کر دیتا ہے۔ جس کے بعد انسان خود کو بڑا ہلکا پھلکا محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ اسے اس رقت آمیز دعا میں سرور آنے لگتا ہے۔ اس قسم کا سرور مسلمانوں ہی کو نہیں غیر مسلموں کو بھی بتوں کے سامنے رونے دھونے میں محسوس ہو جاتا ہے۔ انسان اس سرور کو اپنی قبولیت

کے آثار میں سے سمجھ لیتا ہے۔ پھر جس روز دعا میں اسے یہ ”سرور“ نہ ملے، اس دن اسے دعا کی قبولیت کا امکان محسوس نہیں ہوتا۔ یہ واضح طور پر ایک غلط تصور ہے۔

ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ گناہوں میں جتلا ایک عام آدی اس اجتماع میں داعی کی پیدا کردہ ایک خاص نفسیاتی کیفیت کی بنا پر دعا کے وقت روتا ہے اور اس رونے کو اپنی معافی کی علامت سمجھ لیتا ہے۔ حالانکہ معافی کے لئے بنیادی شرط اپنی غلطی کو غلطی سمجھ کر نادم ہونا اور آئندہ اس سے بچنے کا عزم ہے۔ اس احساس اور عزم کے بغیر ”اجتماعی معافی“ پانے والے لوگ عملاً معصیت کی روش نہیں چھوڑتے۔ اس طرح کے لوگ ظاہری اعمال کے معاملے میں تو کچھ محتاط ہو جاتے ہیں، مگر حقوق العباد کے سلسلے میں انہیں گویا اب ایک لائسنس مل جاتا ہے کہ جتنا چاہیں خدا کے بندوں کے حقوق غصب کریں، خدا بہر حال ان پر ہاتھ نہیں ڈالے گا۔ اس لئے کہ وہ اس کے خوف سے آنسو بہا کر جنت کا پروانہ پہلے ہی حاصل کر چکے ہیں۔

ایک اور اہم مسئلہ یہ ہے کہ اس طرح کی اجتماعی دعاؤں سے لوگوں کو یہ غلط تاثر ملتا ہے کہ دعا تو ایسے ہی بابرکت اجتماعات میں قبول ہوگی۔ کچھ خاص لوگ جو بہت مشہور ہو جاتے ہیں یا اپنی اعلیٰ تقریری صلاحیتوں کی بنا پر دعا میں بھی خطابت کے جوہر دکھا کر لوگوں کے دل موہ لیتے ہیں، لوگوں کے لئے

بے حد پرکشش ہو جاتے ہیں۔ لوگ ٹی وی پر یا اجتماعات میں با اہتمام ان کی دعاؤں میں شریک ہوتے ہیں۔ کیونکہ ایسے بابرکت اجتماع، رقت آمیز ماحول اور باکمال مقرر کی موجودگی میں دعا کی قبولیت، لوگوں کے خیال میں یقینی ہو جاتی ہے جس سے دعا کی توحیدی روح سخت متاثر ہوتی ہے، کیونکہ اب مانگنے اور دینے والے کے بیچ میں ایک دلانے والا بھی آ جاتا ہے۔ یہ بات دعا ہی کے نہیں، دین کے فلسفے کے بھی خلاف ہے۔

ان سب مسائل کے ساتھ ہمیں یہ اندیشہ بھی ہے کہ کچھ عرصے میں یہ اجتماعی دعا میں بذات خود ایک مقدس دینی فریضہ بن جائیں گی۔ ان سے دور رہنے والے کو شقی و بد بخت سمجھا جائے گا۔ لوگ انہی اجتماعی دعاؤں پر قانع ہو کر بیٹھ جائیں گے اور انبیاء اور صالحین کی وہ روایت ختم ہو جائے گی جس میں وہ سب سے کٹ کر اپنے رب کے سامنے روتے اور گڑ گڑاتے ہیں۔

ان سارے مسائل کی بنا پر اہل علم کے لئے لازم ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے صحیح بات رکھیں۔ انہیں بتائیں کہ دین کا اصل زور انفرادی دعا پر ہے۔ وہ انہیں انبیاء اور صلحاء کے طریقے سے دعا مانگنے کی تلقین کریں۔ انہیں بتائیں کہ دعا معاملات کی نوعیت کی چیز نہیں جس میں اجتہاد کی ضرورت پیش آ جائے، بلکہ یہ عبادت میں شامل ہے اور عبادت میں اجتہاد نہیں تہلید واجب ہوتی ہے۔ ○○

سوال و جواب

بعد میں پتہ چلا کہ ابھی اذان نہیں ہوئی تھی، تو یہ سنتیں ہو سکتیں یا اعادہ کرنا ہوگا؟
ج: کسی نماز کی سنتیں اس کی اذان سے پہلے بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔ بہتر یہی ہوتا ہے کہ اذان کے بعد پڑھی جائیں۔ لہذا اب ان سنتوں کو دہرانے کی ضرورت نہیں

ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ - 2/128)
ص: ایک شخص کی کچھ رکعات چھوٹ گئیں اب جب امام قعدہ اخیرہ میں بیٹھے گا اور تشہد وغیرہ پڑھے گا تو یہ مسبوق کیا کرے گا؟

ج: مسبوق (جس کی کچھ رکعات چھوٹ گئی ہیں) امام کے ساتھ قعدہ اخیرہ میں التحیات اس طرح آہستہ آہستہ پڑھے کہ امام کے سلام کے ساتھ ساتھ اس کا التحیات ختم ہو، یا اشہدان لا الہ الا اللہ کو بار بار پڑھتا رہے یہاں تک کہ امام سلام پھیر دے۔ (شامی - 1/377)

ص: بہت سے لوگ ایسے وقت مسجد پہنچتے ہیں جب کہ نماز کے وقت میں ایک دو منٹ باقی رہتے ہیں تو عام طور سے یہ لوگ جماعت کھڑی ہونے کا کھڑے ہو کر انتظار کرتے رہتے ہیں ایسا کرنا کیسا ہے؟
ج: اس طرح کی صورت حال میں بیٹھ جانا چاہئے، کھڑے ہو کر جماعت کھڑی ہونے کا انتظار کرنا مکروہ ہے۔ (شامی - 1/295)

ص: میں ایک جگہ ملازمت کے لئے مقیم

رہا ہے۔ (ہندیہ - 1/62)
ص: تلاوت کے دوران اگر اذان شروع ہو جائے تو کیا کرنا چاہئے؟ کیا تلاوت جاری رکھے یا بند کر کے اذان کا جواب دے؟

ج: اگر اذان کے وقت مسجد میں تلاوت کر رہا ہے تو تلاوت جاری رکھنے کی اجازت دی گئی ہے، اذان کا جواب دینا ضروری نہیں ہے، لیکن مستحب یہی ہے کہ تلاوت موقوف کر کے اذان کا جواب دے، لیکن اگر اذان کے وقت مسجد کے باہر گھر وغیرہ میں تلاوت کر رہا تھا اسی درمیان محلہ کی مسجد میں اذان شروع ہوگئی تو تلاوت موقوف کر کے اذان کا جواب دینا چاہئے۔ اور کسی دوسری مسجد کی اذان ہو تو تلاوت جاری رکھ سکتا ہے۔ (طحاوی علی مرقی الفلاح - 116، 117، فتاویٰ رحیمیہ - 4/289)

ص: اذان کا وقت ہو چکا تھا، لیکن ابھی اذان نہیں ہوئی تھی، ایک شخص نے سمجھا کہ اذان ہو چکی ہے۔ لہذا اس نے ظہر سے پہلے والی سنتیں پڑھنی شروع کر دیں پھر

ص: سفر کرتے ہوئے اس طرح کی نیت جاتی ہے کہ کسی نماز کا وقت نکلے۔ سب ہو جاتا ہے، اور نہ تو اس کو رکوانا ہوتا ہے نہ بس میں رہتے ہوئے وضو کرنے یا نماز پڑھنے کی گنجائش ہوتی ہے، ایسی صورت میں مسافر کو کیا کرنا چاہئے؟

ج: اگر بس کا رکوانا بھی ممکن نہ ہو، نہ ہی وضو یا تیمم ممکن ہو نہ قبلہ کی طرف رخ کر کے رکوع و سجود کیا جاسکتا ہو، تو ایسے شخص کے لئے حکم یہ ہے کہ جس طرف رخ کر کے بیٹھا ہے اسی طرف رخ کئے ہوئے اپنی سیٹ پر بیٹھے بیٹھے نمازوں کی مشابہت اختیار کرے اور اشارہ سے رکوع و سجود کرے، پھر جیسے ہی موقع ملے اس نماز کی قضاء کرے۔ (شامی - 1/185)

ص: کسی شیشی میں پیشاب بھر کر جانچ کے لئے لے جا رہے تھے، اسی درمیان نماز کا وقت ہو گیا، اور یہ شیشی جیب میں رکھ کر نماز پڑھ لی تو نماز ہوئی یا نہیں؟

ج: اس صورت میں نماز نہیں ہوگی، اس لئے کہ وہ نجاست اٹھائے ہوئے نماز پڑھ

ہوں، میرا اصلی گھر وہاں سے مسافت سفر سے زیادہ پر ہے، اب مسئلہ یہ ہے کہ مجھے ایک جگہ کا سفر کرنا ہے، جو میرے وطن اقامت سے مسافت سفر پر واقع ہے، لیکن جاتے ہوئے راستہ میں میرا وطن پڑے گا۔ تو میں وطن سے گزرتے وقت مسافر ہوں گا یا مقیم؟

ج: اگر وطن اقامت سے آپ کا گھر سفر کی مسافت پر ہے، تو آپ اپنے وطن اقامت سے اپنے شہر کی طرف جاتے ہوئے مسافر ہیں گے، لیکن جیسے ہی اپنے شہر کی آبادی میں داخل ہوں گے۔ مقیم کے حکم میں ہو جائیں گے۔ خواہ وطن میں پڑتا ہو یا صرف وہاں سے گزرتا ہو، اور وہاں رہتے ہوئے کوئی نماز پڑھنی ہو تو اتمام کریں گے، پھر جب منزل مقصود جانے کے لئے وطن سے نکلیں گے تو اگر وہ آپ کے وطن سے بھی مسافر قصر (78 کلومیٹر) ہو تو نکلتے ہی پھر مسافر ہو جائیں گے۔

ص: آیت مجہدہ کا ترجمہ پڑھنے یا سننے سے مجہدہ تلاوت واجب ہے یا نہیں؟
ج: اگر اس بات کا علم ہے کہ یہ آیت مجہدہ کا ترجمہ ہے تو مجہدہ کرنا احتیاطاً واجب ہے، پتہ نہ ہو تو واجب نہیں ہے۔
(شامی-1/566)

○○○

بقیہ ایک مظلوم کی فریاد انصاف کے ایوان میں!

میں نے ہندو دھرم کی کتابیں پڑھی ہیں۔ رام چرت مانس یا تلسی داس کے کسی دوسرے ساہتیہ میں ایسا کوئی ذکر نہیں ملتا کہ الودھیا میں شری رام کے مندر کو تو ذکر کوئی مسجد بنائی گئی ہو، ہندو دھرم کی کسی بھی کتاب میں کوئی ایسا ذکر نہیں ملتا کہ رام چندر جی کے جنم استھل پر باری مسجد بنائی گئی ہو، یا رام چندر جی کی جنم استھل وہاں واقع ہوئی ہو، جہاں باری مسجد تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کی غرض سے انگریزوں نے یہ بات گھڑی کہ یہ مسجد مندر کو منہدم کر کے بنایا گیا ہے، اس مقصد کے لئے انگریز اسکالروں نے باہر نامہ کے ترجموں میں تحریف بھی کی اور اپنے قیاسات بھی ظاہر کئے کہ مسجد کے ستون غیر اسلامی ہیں وغیرہ، ورنہ حقیقت کا اس سے کوئی تعلق نہیں، حقیقت یہ ہے کہ اس مسجد کو باہر نے نہیں، بلکہ باہر کے نام پر اس کے ایک افسر میر باقی نے 1528ء میں تعمیر کیا تھا، اکبر کو چونکہ وحدت ادیان کا جنون سوار تھا، اس لئے اس نے اس سے متصل چبوترہ پر رام کی مورتی بنوادی، 1946ء سے پہلے باری مسجد کے محل وقوع کے سلسلے میں کوئی جھگڑا نہیں تھا، بلکہ صرف اس بات کا جھگڑا تھا کہ ہندو اس چبوترہ پر مندر بنانا چاہتے تھے اور مسلمان اس سے روکتے تھے،

○○ داغدار ہی رہے گا۔

اسلام کی تازہ ترین تلاشوں

سے ایک ملاقات

خوف کھایا تھا یا کسی سے خوفزدہ ہیں؟
ج: (مسکراتے ہوئے یہ ایک سوال ہے) میرے دل و دماغ میں کوئی جنگ، کوئی پابندی یا سختی نہ ہے نہ میں کسی شخص سے خوف زدہ ہوں کہ جو میرے لئے مشکل پیدا کرے، ماسوائے اللہ تعالیٰ کے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت قوی ہے اور یہ اس وقت تک ہے جب تک میرا اللہ تعالیٰ پر یقین ہے۔

ص: دین اسلام کے بہت سے ارکان ہیں، آپ کو کس میں دلچسپی محسوس ہوتی تھی؟

ج: اسلام محض دلچسپی یا بولنے کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک ذمہ دارانہ سوچ ہے کہ اللہ کے لئے خود کو وقف کرنا ہے، میرے دل و دماغ میں پورے اسلام کے لئے حقیقتاً دلچسپی ہے، بلکہ اللہ کی طرف سے رہنمائی ہے جو مجھ پر ہے۔

ص: کلمہ حق پڑھتے ہوئے آپ کی سوچ اور جذبات کیا تھے؟

ج: مجھ سے جب ایک پاکستانی شخص نے پوچھا تھا کیا اپنا مذہب تبدیل کر کے مسلم ہونا چاہتا ہے تو میں نے بغیر سوچے سمجھے فیصلہ کیا اور بولا ہاں۔ مگر پھر میں بہت گھبرایا ہوا تھا کہ یہ میرا ملک نہیں ہے اور یہاں کے لوگ کیسے مجھے اسلام کے متعلق اچھی تعلیم دے سکتے ہیں، مگر مسلم ہونے کے بعد تمام لوگوں نے مجھے بہت پسند کیا اور اہمیت دی، اس وقت میں نے سوچا کہ میرے تمام شکوک و شبہات ختم ہو گئے ہیں اور اب تمام لوگ مجھے تعلیم دیتے ہیں۔

ص: مختصر اپنا خاندانی پس منظر بتائیے؟
ج: میرا ملک فلپائن ہے، شہر و ضلع برٹکے کیونگ اور اسٹیٹ کیونگ سٹی ہے۔ ہم پانچ بھائی اور ایک بہن ہیں، میں چوتھے نمبر پر ہوں، میری تاریخ پیدائش 28 جون 1983ء ہے۔

ص: اسلام قبول کرنے سے پہلے اسلام کے بارے میں کیا تاثرات تھے؟

ج: میرا نقطہ نظر دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے قبل یہ تھا کہ قرآن اور بائبل میں فرق ہے، لیکن یہ بہت زیادہ بھی نہیں ہے۔

ص: اب اسلام کے بارے میں کیا احساسات ہیں؟

ج: میرے احساسات اسلام کے متعلق یہ ہیں کہ اسلام احترام، اتحاد، مدد اور بھائی چارہ کا نام ہے، لیکن اصل مقصد اللہ ہے، وہ حقیقت ہے اور ہر جگہ ہماری مدد کرتا ہے۔

ص: جب آپ اسلام قبول کرنے لگے تھے تو دل و دماغ میں کوئی جنگ برپا تھی، کسی سے

ہمارا سچا مذہب اسلام کسی کے سامنے اپنی پوری جزئیات کے ساتھ جلوہ افروز ہوتا ہے تو پھر پہاڑوں میں بھی دراڑیں پڑ جاتی ہیں اور پھر دل بھی موم ہو کر پھل جاتے ہیں جس کا بین ثبوت فلپائن کا نو مسلم عبدالرحمن ہے جو چند ماہ قبل تک لی نارڈ کے نام سے انڈمی گلیوں میں بھٹکتا پھر رہا تھا۔ محترم قارئین! میں بنیادی طور پر ایک کہانی نوٹس ہوں، کسی ایسے شخص کا انٹرویو لینا جو حال ہی میں مسلمان ہوا ہو میرے لئے ایک نیا تجربہ تھا۔ محترم قارئین میں کم فہم اور آپ سرچ الفہم لوگ ہیں اس لئے میرے سوالات کمزور محسوس ہوں تو درگزر کیجئے گا۔

ص: آپ کا سابقہ اور موجودہ نام کیا ہے؟
ج: میرا حالیہ نام عبدالرحمن ہے اور سابقہ لی نارڈ ویسلن ڈیوڈ تھا۔

ص: پہلے کس مذہب سے تعلق تھا؟
ج: میرا سابق مذہب الکیسانی کرستو تھا۔ (عیسائیوں کا ایک گروپ)۔

ص: اسلام کی جانب کس چیز نے توجہ دلائی تھی؟

ج: مجھے جس چیز نے اسلام کی طرف راغب کیا وہ ہے قرآن کا صحیح مفہوم اور سورۃ فاتحہ جو میرا ایک فلپائنی دوست مجھے اکثر سنایا کرتا تھا۔

ص: اس دوست کا نام کیا ہے اور اکثر وہ آپ سے کیا کہتا تھا؟

ج: اس کا نام محمد عزیز ہے جو فلپائن میں رہتا ہے، وہ اکثر مجھے سورۃ فاتحہ سناتا تھا اور قرآن کی اہمیت کا احساس دلاتا تھا۔

ص: آپ کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں فلپائن میں گھر اور عزیز ورشتہ داروں کو طلم ہے۔ انہوں نے کیا کہا، کسی نے کوئی مخالفت کی؟

ج: نہایت ایمان داری سے متا رہا ہوں کہ میری والدہ کو معلوم ہے کہ فلپائن میں میں مسلم مذہب کو اختیار کرنا چاہتا تھا کیونکہ فلپائن میں میرے مسلم دوست ہر روز مجھے قرآن کے متعلق بتاتے تھے اور مسلمان کرنا چاہتے تھے۔ میری ماں، بھائی، بہن اور ورشتہ داروں نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ سب لوگ مذہب کے چناؤ کے سلسلے میں زندگی میں، میں جو بھی فیصلہ کروں گا، وہ مجھے سہارا دیں گے، وہ کبھی جانتے تھے کہ میں اسلام سے متاثر ہوں، یہی وجہ ہے کہ جب میں نے انہیں بتایا کہ میں نے مذہب اسلام اختیار کر لیا ہے تو کسی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی۔ اب ہمیشہ مجھے ایک نصیحت کرتے ہیں

کہ محتاط رہو اور ایک اچھا مسلم بننے کی کوشش کرو اور کبھی کبھی کوئی ایسا کام مت کرو جو تم کو پریشانی میں مبتلا کر دے۔

ص: تو کیا کوئی ایسا خدشہ آپ یا گھر والوں کے ذہن میں تھا کہ مسلمان ہونے کے بعد آپ کسی مشکل میں پھنس سکتے ہیں؟

ج: کم از کم میرے ذہن میں نہیں بلکہ میں نے محسوس کیا ہے کہ مسلم ہونے کے بعد مجھے کیسے سب لوگوں میں اہمیت ملی، میرا دل اور دماغ بہت پرسکون ہے، مجھے اچھے جذبات سے ذہنی راحت ملتی ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اگر میرے ذہن میں کوئی خدشہ تھا بھی تو ابھی تمام خدشات ختم ہو گئے ہیں۔

ص: عبدالرحمن! جب آپ یو اے ای آر ہے تھے تو ذہن کے کسی گوشے میں یہ بات تھی کہ وہاں جا کر میں مسلمان ہو جاؤں گا؟

ج: ہاں! کیونکہ یو اے ای آر آنے سے قبل میرا فلپائنی دوست محمد عزیز جس کام میں بہت مشغول ہوں، اس نے ایک سال چھ ماہ مجھے روزانہ تعلیم دی تھی، جس کے باعث میں نے مسلمان ہونے کا فیصلہ کیا، مگر دینا کی وجہ سے مجھے دو دن میں ملک چھوڑنا تھا، ابو ظہبی ایئر پورٹ پر مجھے نوکری کی سوچ تھی اور احساس ہوا کہ میں مسلمان نہیں ہو سکا، لیکن اچانک پانچ منٹ میں اللہ کی مدد سے سوچ آئی کہ یو اے ای ایک مسلم ملک ہے اور حقیقتاً میں مسکرایا کہ اللہ کے لئے کچھ بھی کرنا ناممکن نہیں ہے۔

ص: اسلام میں بہت سی پابندیاں عائد ہوتی

ہیں مثلاً نماز کی پابندی، روزہ کی ادائیگی، جھوٹ، فریب، غیبت، موسیقی سے اجتناب، اس بارے میں کچھ کہیے گا؟

ج: میرا نقطہ نظر ان پابندیوں کے بارے میں جو ہم پہ لاگو ہوتی ہیں، یہ ہے کہ وہ کام جو ہم تم اور دوسرے مسلمان کرتے ہیں، مسجد میں نماز کی صورت میں، محض روزانہ پانچ وقت نماز کے لئے بہت زیادہ وقت درکار نہیں، صرف تھوڑا سا وقت اللہ کے لئے جس کی ہمیں ضرورت بھی ہے۔ موسیقی مجھے اچھی لگتی تھی مگر اب میوزک ایک مسئلہ بن جاتا ہے، اس لئے مخالفت ہو سکتی ہے، چونکہ میوزک ذکر اللہ اور نماز میں اللہ سے ہم کلام ہونے سے روکتا ہے، پہلے میں کبھی کبھی کرکس ڈے یا پی نیو ایئر کے موقع پر شراب پی لیتا تھا، اسلام نے مجھے سکھایا کہ یہ حرام ہے۔

ص: یہاں یو اے ای میں آپ کے زیادہ قریب کون ہے، آپ کسی سے کچھ سیکھ رہے ہیں؟

ج: میرے حلقہ احباب میں بہت سارے لوگ ہیں، جو مجھے اسلام کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کا تعلق پاکستان سے ہے، وہ مجھ سے بھائی کی حیثیت سے سلوک کرتے ہیں جیسا میرا حقیقی بھائی مجھ سے سلوک رکھتا ہے۔ ایک پاکستانی معلم بھی ہے فضل احمد جو انگریزی پڑھانا جانتے ہیں، وہ مجھے حدیث اور قرآن کا درس دے رہے ہیں، میں خدا کا بجد مشغول ہوں کیونکہ ان سب کے بغیر میں کچھ سیکھ نہ پایا تھا۔

ہیں: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ پڑھا؟
ج: میں کوشش کر رہا ہوں کہ ان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ پڑھ سکوں۔ فی الحال تھوڑا سا پڑھا ہے۔ مگر میں اسلام کے حقائق روزانہ کلاس لے رہا ہوں اور کوشش کر رہا ہوں کہ جتنی معلومات میں حاصل کر سکوں کروں، تاکہ اس کی بدولت اپنے والدین، بہن، بھائیوں اور خصوصاً بیوی کو اسلام کی طرف راغب کر سکوں۔

ہیں: کیا مستقبل میں ایسا کچھ کرنے کا ارادہ ہے؟

ج: جی ہاں! میرا پختہ ارادہ ہے کہ سب سے پہلے والدین کو بائبل اور قرآن کا موازنہ کراؤں گا، قرآن کریم کو انہی دیتا ہے کہ یہ

ایک سچی کتاب کا نام ہے، میں پورے خاندان میں اسلام کی تبلیغ کروں گا گو کہ یہ دیر پا کام ہے مگر انشاء اللہ دھیرے دھیرے ہو سکتا ہے۔

ہیں: ان دنوں کی مصروفیات بتائیں گے؟
ج: دن بھر کی ڈیوٹی کا تو آپ کو پتہ ہی ہے۔ ڈیوٹی سے آنے کے بعد بنیادی ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد میرا کام نماز مغرب ادا کرنا ہوتا ہے، اس کے بعد کھانا اور پھر نماز عشاء کی تیاری، کیونکہ نماز عشاء کے بعد مجھے اپنی تعلیم بھی لینا ہوتی ہے۔ رات سونے تک میں مسجد میں ہی ہوتا ہوں۔

ہیں: آخری سوال عبدالرحمن صاحب اپوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے کوئی پیغام؟
ج: پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے میرا یہ

پیغام ہے کہ ہمیشہ یاد رکھے کہ ناسوائے اللہ کے کوئی ایسا نہیں ہے جو ہمارے گناہوں کو معاف کرے اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا کر جنت میں داخل کرے اور پوری دنیا کے لئے یہ پیغام کہ اللہ نے یہ دنیا اور تمام نعمتیں ہمارے لئے بنائی ہیں اور صرف اسلام ہی دنیا کا پہلا مذہب ہے جو کہ ہم سب کے لئے صحیح مذہب ہے۔ تمام مسلمان بہن، بھائی میرے لئے خصوصی دعا کریں۔

شکر یہاں چلتے چلتے یہ خوشخبری کہ ہمارا ایک اور فلپائنی بھائی مسلمان ہو چکا ہے، جس کا نام محمد عزیز رکھا گیا ہے اور عبدالرحمن مجھے بتا رہا ہے کہ آنے والے چند دنوں میں ایک مزید کی توقع ہے۔

●●●

بقیہ..... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کافروں سے حسن سلوک

نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری جس سے عداوت و دشمنی ہوگی وہ تمہارا جگر کی دوست بن جائے گا۔
اس آیت قرآنی اور حکم ربانی کے تناظر میں آج مسلمانوں کو عمل کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیں اور انسانیت کی جو امانت ان کے پاس ایمان کی شکل میں ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے بندوں تک پہنچائیں، تاکہ وہ بھی خیر عظیم سے نہ صرف روشناس ہوں، بلکہ اس کے ماننے والے اور اس کی دعوت دینے والے بن جائیں۔
ہے عیاں پورش تاتار کے افسانے سے پاسپا مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

روشناس کرائیں، تاکہ یہ دنیا امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے، واضح رہے کہ ماضی میں بھی اور حال میں بھی اور مستقبل میں بھی تینوں زمانوں میں صرف اور صرف دعوت دین کا کام ہی مشکلات کا حل رہا ہے، اسی میں عداوتیں و دشمنیاں کافور ہوتی ہیں، یہ اصول کسی قانون دان کا نہیں بلکہ رب العالمین کا ہے کہ: (لا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ اذفع بالتی ہی احسن فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کافہ ولسی حمیم) بھلائی اور برائی برابر نہیں ہوتی، لہذا برائی کا بدلہ بھلائی سے دو، جس کا

اس نفرت بھری آگ میں سب ہی کا نقصان ہے، ساری قوموں کا نقصان ہے، اس کرہ ارض پر لینے والے سارے اہل مذاہب کا نقصان ہے، نفرتوں کی آگ سے ترقیاں ہرگز نہیں ہو سکتیں، نفرتوں سے دنیا میں تباہیاں آئیں گی، ضرورت ہے اس بات کی کہ دنیا میں امن و سلامتی کے پیغام کو عام کیا جائے، بالخصوص دین رحمت کے ماننے والے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ دین رحمت کے پیغام کو جگہ جگہ عام کریں، بھلے ہوئے انسانوں کو ان کے مالک سے ملائیں، سستی دنیا کو اسلام کی نعمت سے

हमारी हिन्दी पुस्तकें

किताब का नाम	लेखक	मूल्य
मन्सबे पैतम्बरी	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	100.00
नबियों के किस्से १, २	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	120.00
नबी-ए-रहमती	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	250.00
दसूरे हयात (जीवन का पथ-प्रदर्शक)	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	70.00
सभ्यता और संस्कृति पर इस्लाम की.....	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	70.00
भारतीय मुसलमान एक दृष्टि में	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	80.00
मदीने की इगर	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	70.00
मानबता का संदेश	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	50.00
मानबता का स्तर	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	50.00
जग के मोहसिन	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	10.00
अच्छे-अच्छे नाम अल्लाह के	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	25.00
इस्लाम मुकम्मल दीन मुस्तकिल.....	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	10.00
निशाने राह	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	10.00
नारी की प्रतिष्ठा और उसके.....	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	10.00
हिन्दुस्तानी मुसलमानों से साफ.....	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	10.00
इस्लाम एक परिचय	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	40.00
नोजवानों के नाम	मौलाना सैय्यद अबुल हसन अली हसनी नदवी	10.00
इस्लाम क्या है?	मौलाना मनजूर नोमानी	60.00
आदर्श शासक	मौलाना अब्दुस्सलाम किदवाई नदवी	35.00
तूफान से साहिल तक	मोहम्मद असद	50.00
समान सिविल कोड	मौलाना सैय्यद मोहम्मद राबे हसनी नदवी	10.00
मुहम्मद सल्लल्लाहु अलैहि वसल्लम	मौलाना सैय्यद मोहम्मद राबे हसनी नदवी	250.00
तोहफ-ए-रमजान	मौलाना सैय्यद मोहम्मद राबे हसनी नदवी	40.00
हमारे हुजूर	अमतुल्लाह तसनीम	20.00
इस्लाम और इस्लामी.....	मौलाना इलियास नदवी भटकली	35.00
सीरत सुलतान टीपू शहीद	मौलाना इलियास नदवी भटकली	220.00
Total		1705.00
Rate After Disc & Includign Postal Charges		900.00

मजलिस तहकीक़ात व नशरियाते इस्लाम

पो० ब० न०: 93- नदवा कैम्पस नदवतुलउलमा, लखनऊ

फोन न० : 0522.2741539

मोबाइल न० : 9889378176

इ-मेल : airpnadwa@gmail.com